ایمان فروش دواخانوں پر حکماء کا چھاپہ

گورکھ دھندا

علامہ ابوالحسّان حکیم

محمد رمضان علی قادری چشتی

شرکت قادریہ

سنجورو۔ ضلع سانگھڑ سندھ (پوسٹ کوڈ 68220)

میثم قادری

ایمان فروش دواخانوں پر حکماء کا چھاپہ

علامہ ابو الحسّان حکیم

محمد رمضان علی قادری چشتی

شرکت قادریہ

سنجھورو۔ ضلع سانگھڑ سندھ (پوسٹ کوڈ 68220)

فہرست مضامین

پیش لفظ

از۔ علامہ ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

حق کے اظہار اور باطل کے ابطال کے لئے، علمائے حق ہر دور میں جہاد بالقلم کے ذریعہ، دشمنانِ خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنداں شکن جواب دیتے رہے ہیں، زیر نظر کتاب میں بھی فاضل مصنف مدظلہ نے نہایت آسان اور سلیس اردو میں وہابیہ دیابنہ کے فریبوں کے پردے چاک کئے ہیں اور ان کی کتب سے ثابت کیا ہے کہ، یہ لوگ جن عقائد کو اللہ و رسول کے لئے شرک و بدعت بتاتے ہیں، ان ہی عقائد کو اپنے اکابر کے لئے ثابت کر کے ان کی فضیلت کا راگ الاپتے ہیں ـــــــ اس کتاب کو پڑھنے سے اگر ایک طرف عشاق اور اہل ایمان کے دلوں کی کلیاں مہکیں گی دوسری طرف بدعقیدوں اور بدمذہبوں کے جگر میں کانٹے چبھیں گے ـــــــ اگر ایک طرف اس کتاب سے الفت و محبت کے جھونکے، اہل درد کی روح کو معطر و معنبر کریں گے تو دوسری جانب، اس کتاب کو پڑھ کر منافقوں اور فریب کاروں کے دلوں پر آرے چلیں گے۔ کتاب کے آخر میں فاضل مصنف کے اس مباحثہ نے جو غیر مقلد و پٹری (بلکہ رد پٹرا) کے ساتھ سنجھورو میں ہوا، کتاب میں مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اس مباحثہ میں دوران مباحثہ صرف جذب القلوب اور جنت کی کنجی کے حوالے سے بات کی گئی اور کتب احادیث کو زیر بحث نہ لایا گیا اس لئے کہ یہ مباحثہ اچانک ہی ہوا اور مباحثہ میں جس کتاب کا حوالہ دیا جاتا ہے مدمقابل اس کتاب کو دیکھنے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ فاضل مصنف کے پاس اس وقت صرف یہی دو کتب تھیں

تاہم پھر بھی غیر مقلد کو بھاگتے ہی بن پڑی اور اس کی ساری علمیت و قابلیت دھری رہ گئی۔

فاضل مصنف حضرت مولانا ابوالحسان حکیم محمد رمضان صاحب قادری مدظلہٗ جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں ایک نہایت سادہ اور سنجیدہ بزرگ ہیں' جن کا اصل منصب طبابت ہے، مگر بقول شاعر ؎

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے

ان کا اس موضوع پر یہ اچھوتا کام' قوت ایمانی کا مظاہرہ ہے اور مومن کے دل کی آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوالحسان کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ اور ان کے قلم میں مزید قوت عطا فرمائے۔ (آمین)

فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہ
خادم حدیث نبوی
دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

۵ ربیع النور ۱۴۱۵ھ
۱۴/ اگست ۱۹۹۴ء

گورکھ دھندا

یعنی

چیستانِ وہابیہ

مثل مشہور ہے کہ "جھوٹے کو اس کے گھر پہنچا کر چھوڑنا چاہیئے"

تقویۃ الایمان حصہ دوم کے اس الحاقی باب میں فقیر خود وہابیہ کی کتابوں سے انشاء اللہ العزیز یہ حقیقت واضح کرے گا کہ یہ لوگ جن امور کو حضور نبی کریم، رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام کے لئے ناجائز حرام اور کفر و شرک قرار دیتے ہیں انہی امور کو بڑی فراخدلی کے ساتھ اپنے خانہ ساز بزرگوں کے لئے جائز قرار دیتے اور عین دین و اسلام سمجھتے ہیں۔ جن آیاتِ قرآن و روایاتِ حدیث سے انبیاء و اولیاء کے فضائل اور ان کے علوم و تصرفات کی تردید کرتے ہیں اپنے گھریلو مشائخ کے فضائل اور ان کے علوم و تصرفات کا ڈھنڈورہ پیٹتے وقت ان آیاتِ قرآن و روایاتِ حدیث کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

جن عقائد و اعمال کی بنا پر یہ لوگ تمام اُمتِ مسلمہ کے مسلمانوں کو بدعتی و مشرک ٹھہراتے ہیں، انہی عقائد و اعمال کے خود حامل و عامل رہ کر خود کو اسلام کے علمبردار توحید کے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ جن چیزوں کو حرام اور شرک صریح بتا کر دوسروں کو ترک کر دینے کی تلقین کرتے ہیں خود انہی چیزوں کو شیرِ مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔

نیز ان کی دو رنگی چال اور دو رُخی پالیسی کو انہی کی کتابوں سے واضح کروں گا کہ جب ان کا رُخ عام مسلمانوں کی جانب ہو تو ایک بات کہتے ہیں اور اگر ان کا رُخ اپنی جانب ہو تو دوسری بات کہتے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کے لئے ان کا رویہ کچھ اور ہے اور اپنے گروہ کے افراد کے لئے کچھ اور ہے

قارئین یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ جائیں گے کہ اگر ان کی ایک کتاب میں ایک بات کو حرام بتایا گیا ہے تو انہی کی دوسری کتاب میں اسی بات کو جائز قرار دیا گیا ہے، ایک مقام پر ایک امر خلافِ اسلام ٹھہرایا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اسی امر کو عین اسلام قرار دے دیا گیا، ایک جگہ کوئی عقیدہ و عمل شرک کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے تو دوسری جگہ وہی عقیدہ اور وہی عمل توحید میں شامل رکھا گیا ہے، ایک طرف ایک چیز کا انکار ہے تو دوسری طرف اسی چیز کا اقرار ہے جن امور کی انبیاء و اولیاء کے لئے تردید کرتے ہیں، انہی امور کو اپنے پیشواؤں کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ ایک جانب ایک کام کی ممانعت کرتے ہیں تو دوسری جانب اسی کام کی تحسین کرتے ہیں۔ دوسروں کے لئے ان کی ایک پالیسی ہے تو اپنوں کے لئے دوسری۔ یعنی جن عقائد و اعمال کی بنا پر یہ دوسروں کو مجرم اور لائق گردن زدنی ٹھہراتے ہیں انہی عقائد و اعمال کی بنا پر تعزیرات وہابیہ کی کوئی دفعہ ان پر عائد نہیں ہوتی گویا کہ ان کا اپنا راج ہے، جو چاہیں کہیں اور جو کچھ چاہیں کریں۔ ان لوگوں نے دین و مذہب کو موم کی ناک بنا رکھا ہے اور مسائل توحید و شرک کو بازیچۂ اطفال سمجھ لیا ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ان کے اصل عقائد کیا ہیں۔ اور ان کے اعمال کی حقیقت کیا ہے۔ ان کی کونسی بات صحیح ہے اور کونسی غلط۔ ان کے مسلک و مذہب پر تضادات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے، ان کے خدوخال پر مکر و تلبیس کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے چہروں پر جھوٹ و فریب کے بھاری نقاب چڑھے ہوئے ہیں۔ جو کچھ یہ دکھائی دیتے ہیں حقیقتاً وہ معلوم نہیں ہوتے۔ یہ لوگ مجسم چیستان ہیں اور ان کا مذہب مکمل گورکھ دھندا ہے

ہیں دہابی کچھ نظر آتے ہیں کچھ　　　دھوکہ دیتے ہیں یہ بازی گر کھلا

اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

تمام وہابیوں کا امام و پیشوا اسماعیل دہلوی "تقویۃ الایمان" میں لکھتا ہے "انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہوئی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے، بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دے دیں یا مشکل کھول دیں یا مرادیں پوری کر دیں یا فتح و شکست دیں یا غنی اور فقیر کر دیں یا کسی کو بادشاہ کر دیں یا کسی کو امیر وزیر یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں یا کسی کا ایمان چھین لیویں یا کسی بیمار کو تندرست کر دیویں یا کسی سے تندرستی چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں، عاجز اور بے اختیار ہیں۔"

" اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، مگر کہ پھر اللہ تعالیٰ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ، اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے۔"

لیکن اس کے برعکس وہابیہ کا یہی سرتاج "صراط مستقیم" میں لکھتا ہے:۔

" اس راستے کے امام اور اس گروہ کے بزرگ اُن فرشتوں کے زمرے میں شمار کئے جاتے ہیں جن کو ملاء اعلیٰ کی طرف سے تدبیرِ اُمور کے بارے میں الہام ہوتا ہے اور اس کے جاری کرنے میں کوشش کرتے ہیں، پس ان بزرگوں کے حالات کو بزرگ فرشتوں کے احوال پر قیاس کرنا چاہیئے۔ ص ۳۵"

" اس ولایت کو ولایتِ علیا کہتے ہیں، اس لئے کہ یہ ملاء اعلیٰ کی ولایت ہے اور ملاء اعلیٰ سے وہ فرشتے مراد ہیں جو امر کی تدبیر کرنے والے اور احکامِ الٰہیہ کے اخذ کرنے والے ہیں، جو حکم نافذ ہوتا ہے پہلے وہ اس کو اخذ کرتے ہیں پھر جہان میں ظاہر ہوتا ہے، اور تمام عوالم اجسام اور اسان ارواح کا باطن ہیں۔ جو اجسام کے مُتعلق ہیں۔" ص ۲۷۰، ۲۷۱

" ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگواروں کو پہنچتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً۔ ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش

تک ہماری سلطنت سب ہے " صفحہ ۱۶۲

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے ۔ اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانے سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے ' اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں " صفحہ ۱۰۹ ۔

" خلیفۃ اللہ وہ ہے جس کو تمام مہموں کے فیصلے کے واسطے نائب کی مانند تقرر کریں ۔ اور جو ایسا ہو وہ خلیفۃ اللہ نہیں " صفحہ ۲۲۵ ۔

وہابیہ کے سرگروہ اسماعیل کی تقویۃ الایمان کی عبارتوں اور اس شخص کی صراط مستقیم کی عبارتوں میں جو تضاد اور زمین و آسمان کا فرق ہے صاف ظاہر ہے ۔ قارئین دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کریں کہ اس کی کونسی بات صحیح ہے اور کونسی غلط ہے کہ دونوں متضاد باتیں تو کسی بھی طرح صحیح نہیں ہو سکتیں : اس کے علاوہ ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر بتائیں کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں کی رو سے صراط مستقیم کی عبارتیں لکھ کر خود اپنے فتوے کے بموجب یہ مشرک ہوا یا نہیں ؟ ؟ اور صراط مستقیم کی عبارتوں کی بنا پر اس نے اپنی تعزیرات وہابیہ تقویۃ الایمان کی مٹی پلید کی یا نہیں ؟ ؟

اور لگے ہاتھوں یہ فیصلہ بھی فرمادیں کہ خاندان ولی اللّٰہی کے مورث اعلیٰ اسماعیل دہلوی کے دادا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تقویۃ الایمانی فتوے کے تحت مشرک ثابت ہوتے ہیں یا نہیں جو کہ ہمعات میں حضرت غوث الاعظم محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اور اولیاء کے بارے میں فرماتے ہیں " ولہذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند " " مشائخ و علماء اسی لئے فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں رہتے ہوئے زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں "

نیز شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کر کے لکھا ہے " اذا ماتت انقطعت العلاقات فلحق بالملائکۃ وصار

منهم والهم کأنها مهمۃ وسعی فیما یسعون فیه وربما اشتغل هؤلاء باعلائے کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لهم لمۃ خیر بابن آدم" (اولیاء اللہ) جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے ہیں اور انہی سے ہو جاتے ہیں، جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد و قتل کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لئے نزدیک و قریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔"

پھر اس کے ساتھ ہی دیوبندی وہابیہ کے مایہ ناز مولوی عاشق الٰہی کے بارے میں غور کرکے بتائیں کہ ان پر تعزیرات وہابیہ کی کونسی دفعہ عائد ہوتی ہے۔ جو یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "حاجی دوست محمد خان دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک نہایت مخلص خادم تھے، ایک بار ان کی اہلیہ کی طبیعت سخت خراب ہو گئی، ہاتھ پاؤں کی نبضیں چھوٹ گئیں غشی طاری ہو گئی اور تمام جسم ٹھنڈا ہو گیا، حاجی صاحب کو اہلیہ کے ساتھ محبت زیادہ تھی، بے قرار ہو گئے، پاس آکر دیکھا تو حالت غیر تھی، صرف سینہ میں سانس چلتا ہوا محسوس ہوتا تھا، زندگی سے مایوس ہو گئے، رونے لگے اور سرہانے بیٹھ کر لیسین شریف پڑھنی شروع کر دی، چند لمحے گذرے تھے کہ دفعتہً مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایک لمبا سانس لے کر پھر آنکھ بند کر لی، سب نے سمجھ لیا کہ اب وقت اخیر ہے۔ حاجی دوست محمد خاں اس حیرت ناک نگاہوں کو دیکھ نہ سکے، بے اختیار وہاں سے اٹھے اور مراقب ہو حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کی طرف متوجہ ہوئے کہ وقت آگیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہو اور زندگی باقی ہے تو یہ تکلیف جو متواتر تین دن سے ہو رہی ہے رفع ہو جائے یہ مراقبہ کرنا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور باتیں کرنی شروع کر دیں، نبضیں ٹھکانے آگئیں اور افاقہ ہو گیا، دو تین دن میں قوت بھی آگئی اور بالکل تندرست ہو گئیں۔" (تذکرۃ الرشید ص ۲۲۱ ج ۲) حاجی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جس وقت مراقب ہوا حضرت (رشید احمد گنگوہی) کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال ہوا کہ

جس طرف نگاہ کرتا ہوں حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کو بہ ہیئت اصلیہ موجود دیکھتا ہوں۔ تین شبانہ روز یہی حالت رہی۔" (تذکرۃ الرشید)

الاماں والحفیظ۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب نے تو یکبارگی شرکیات کا انبار ہی لگا دیا لیکن برا ہو اکابر پرستی کا کہ بات بات پر مسلمانوں کو پیر پرست اور مشرک ٹھہرانے والے وہابیہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی، ڈھیروں شرک کو چپ چاپ ہضم کئے بیٹھے ہیں۔ کسی وہابی کے عقیدۂ توحید پر کوئی آنچ نہ آئی۔ مصیبت کے وقت حاجی دوست محمد خان دہلوی نے "دین اقدس رشید احمد گنگوہی کو یاد کیا، مراقبہ میں گنگوہی کی طرف متوجہ ہوا، گنگوہی کو مشکلکشا و حاجت روا اور فریاد رس جان کر اس سے دل ہی دل میں پکار کر فریاد کی، گنگوہی کا تصور باندھ کر غائبانہ امداد مانگی، براہ راست گنگوہی صاحب سے خاتر بالخیر ہونے یا تکلیف رفع ہونے کی دعا کی، تو فی الفور گنگوہی نے اپنے مخلص خادم کے دل کی پکار کو سن لیا، گنگوہی کو اس کی بیوی کی خراب حالت اور اس کے شوہر کی پریشانی کا علم ہو گیا، اور پھر گنگوہی صاحب نے اپنی قوت تصرف کو بروئے کار لا کر جاں بلب مریضہ کو تندرستی بخش دینے میں ذرہ بھر دیر نہ لگائی۔ مرید کا مراقبہ کرنا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھول دیں۔ اور باتیں کرنی شروع کر دیں۔ نبضیں ٹھکانے آگئیں اور افاقہ ہو گیا۔ دو تین دن میں قوت بھی آگئی اور بالکل تندرست ہو گئیں۔ اور یہ افسانہ اسی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اپنے امام ربانی کی مزید شان بڑھانے کی خاطر مزید اضافہ کرتے ہوئے یہاں تک بیان کر دیا گیا کہ مرید نے جس وقت مراقبہ کیا رشید احمد گنگوہی اسی وقت اپنی قبر سے باہر نکل آیا۔ مرید نے اپنے پیر کو سامنے موجود پایا، حاضر و ناظر! مرید کہتا ہے "اور پھر تو یہ حال ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا ہوں حضرت امام ربانی کو بہ ہیئت اصلیہ موجود دیکھتا ہوں۔" ؎

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

اور طرفہ تماشہ دیکھئے کہ یہ تمام تر کہانی اس شخص سے متعلق ہے جس کی ساری زندگی مسلمانوں کو مشرک بنانے میں صرف ہو گئی یہ شخص تا زندگی انہی باتوں کی تردید و مذمت کرتا رہا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اس کا فتویٰ دیکھئے۔

سوال۔ تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے؟ اور یہ جاننا کہ جب ہم ان کا تصور

باندھتے ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہو جاتے ہیں ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے ؟

الجواب - ایسا عقیدہ درست نہیں، اس میں اندیشہ شرک ہے۔

نیز - پیشوائے وہابیہ اسمٰعیل دہلوی کہتا ہے " جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے .... یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری بات چھپی نہیں رہ سکتی، اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں، جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی، جینا مرنا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر رہتی ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے، سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں .... خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت و پری سے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوگا " (تقویۃ الایمان)

اور پھر اس کے برعکس رشید احمد گنگوہی کا یہ ارشاد بھی دیکھئے

" نیز مرید بہ یقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم دارد ہر وقت شیخ را بیاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود، مرید وقت واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ القا خواہد کرد مگر ربط تام شرط است و بسبب ربط قلب شیخ را لسان قلب ناطق مے شود و بسوئے حق تعالیٰ راہ مے کشاید و حق تعالیٰ او را محدث میکند " (امداد السلوک صنا)

ترجمہ: نیز مرید کو یقین سے جاننا چاہئے کہ مرشد کی روح ایک مکان میں مقید نہیں ہے پس مرید کہیں بھی ہو قریب ہو یا دور اگرچہ شیخ سے دور ہے مگر مرشد کی روحانیت سے دور نہیں

ہے جب کہ یہ امر مسلم ہے تو (مرید کو چاہیئے کہ) ہر وقت مرشد کو اپنی یاد میں رکھے اور (مرشد کے ساتھ) دل کا تعلق قائم رہے اور ہر وقت فائدہ (فیض) حاصل کرتا رہے۔ مرید حالِ علم میں شیخ کا محتاج ہوتا ہے (لہٰذا) شیخ کو اپنے دل میں حاضر (تصور) کر کے (شیخ سے) بزبانِ حال سوال کرے (تو) البتہ شیخ کی روح بہ اذنِ الٰہی (مرید کے دل میں) القاء کرے گی۔ مگر رابطہ تام شرط ہے اور شیخ کے ساتھ دل کا تعلق پختہ ہونے کی وجہ سے (مرید کے) دل کی زبان بولنے لگ جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف راستہ کھلتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس (مرید) کو صاحبِ الہام کر دیتا ہے؟

قارئین، رشید احمد گنگوہی کا فتوےٰ دیکھ چکے ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کا فرمان بھی۔ ان دونوں کی عبارتیں سامنے رکھ کر امداد السلوک میں رشید احمد گنگوہی کے ارشاد کے متعلق سوچیے کہ ان کی کونسی بات ٹھیک ہے اور کونسی غلط۔ صاف ظاہر ہے کہ مسلمانانِ اُمّت کو مشرک بنانے کے لئے وہ رُخ ہے اور یہ رُخ اُن کے اپنوں کے لئے ہے۔ اگر دوسرے مسلمان یہی عقیدہ رکھیں تو مشرک ٹھہریں۔ اور اگر یہ یہی عقیدہ رکھیں تو صاحبِ الہام بن جائیں۔!

اشرف علی تھانوی کا فتوےٰ

کسی بزرگ کا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے۔ (کفر و شرک ہے) کسی کو دُور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی (کفر و شرک ہے۔) (بہشتی زیور ص ۳۴ ج ۱)

رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

جو شخص اللہ جلّ شانہٗ کے سوا علمِ غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے .....
وہ بے شک کافر ہے، اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت و مودّت سب حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ)

اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے

"سو انہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کر سکوں"! (تقویۃ الایمان)

خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مجھکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہین قاطعہ)

قارئین - خلیل احمد مذکور نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صریحاً بہتان تراشا ہے۔ حضور نے ہرگز نہیں فرمایا۔ بہر حال ان کی عبارتوں کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ ذیل کہانی پر غور کریں۔

تصویر کا دوسرا رُخ اشرف علی تھانوی کے لئے علم غیب، قوت تصرف اور غائبانہ امداد کرنے کا اثبات

خواجہ عزیز الحسن کا بیان ہے کہ عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ (خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون) میں بہ ایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں تو حضرت والا (اشرف علی تھانوی) یہاں بیٹھے ہوتے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں، ایک دفعہ کئی ایک بار خود حضرت والا کو باوجود تھانہ بھون میں ہونے کے "علی گڑھ" دیکھ چکا ہوں جب کہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی ہوئی تھی، میں بھی اس نمائش میں اپنی دوکان لے گیا تھا جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلاف معمول عصر ہی کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی تھی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ باوجود اس کے کہ اصل بکری کا وقت وہی تھا لیکن میں نے اپنی دوکان کا سارا ساز و سامان قبل از وقت ہی سمیٹ کے بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا۔ جب بعد مغرب آگ لگنے کا شور و غل ہوا تو چونکہ میں اکیلا ہی تھا اور بکس بھی بھاری تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ۔ دوکان سے باہر کیونکر نکالا

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعۃً حضرت والا (اشرف علی تھانوی) نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لیجا کر فرمایا کہ "جلدی سے اٹھاؤ" چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔ اسی طرح تھوڑی دیر میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے۔ اس آگ سے اور دوکانداروں کا تو بہت نقصان ہوا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ میرا سب سامان بچ گیا۔ "اس واقعہ کو سن کر احقر (خواجہ عزیز الحسن مصنف کتاب) نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت والا (اشرف علی تھانوی) سے یہ نہ دریافت کیا کہ آپ یہاں کہاں؟؟ اس پر انھوں نے کہا کہ "اجی! پوچھنے گچھنے کا مجھ کو اس وقت ہوش ہی کہاں تھا میں تو اپنی پریشانی میں مبتلا تھا" (اشرف السوانح ص ج ۳)

اس کہانی میں اشرف علی تھانوی کے لئے علمِ غیب کا اثبات ہے کہ تھانہ بھون میں بیٹھے ہوئے اس کو معلوم ہو گیا کہ علی گڑھ کے مقام پر نمائش میں آگ لگ جائے گی اور فلاں وقت لگے گی۔ نیز یہ کہ اس نمائش میں اس کا فلاں مُرید نمائش کے فلاں گوشے میں دوکان لگائے بیٹھا ہے، نیز یہ کہ اس نے سامان سمیٹ کر بکسوں میں بھر لیا ہے، بکس بھاری ہیں وہ اکیلا اٹھا کر باہر نہیں لے جا سکتا اس کے پاس اور کوئی آدمی بھی نہیں جو بکس باہر نکالنے میں اس کی مدد کرے۔ پھر اس قدر تصرف کا اثبات ہے کہ اشرف علی تھانوی۔ اپنے مرید کو نقصان سے بچانے کی خاطر آناً فاناً تھانہ بھون سے علی گڑھ پہنچ گیا۔ اور بظاہر پہنچ کر اپنے مرید کی دستگیری بھی کی اس کے بکس اٹھانے میں مدد کر کے اس کا سارا سامان بچا دیا۔ یہ ہے وہابیہ کی سینہ زوری کہ اپنے مولویوں کے لئے بھی چاہیں ڈھنڈورا پیٹتے رہیں۔ لیکن اگر دوسرے مسلمان سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیائے عظام کے متعلق یہی کچھ کہیں تو انہیں بلا تامل مشرک ٹھہرا دیں۔ چنانچہ

اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے :- سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابل کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔

یہ کہانی جو آپ نے پڑھی مولوی اشرف علی کی دنیاوی زندگی کے متعلق ہے۔ اور اب یہ جو مندرجہ ذیل کہانی پڑھیں گے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہابیہ کے پیشوا مرنے کے بعد عالم برزخ میں

رہتے ہوئے بھی اس دنیا کے واقعات سے باخبر اور معاملات سے متعلق رہتے ہیں۔ اور یہاں تک کہ اپنی قبروں سے نکل کر جہاں چاہیں فوراً پہنچ جاتے ہیں۔ اور مصیبت زدوں کی دستگیری وامداد کرتے ہیں۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے قبر سے نکل کر بجسد عنصری ملاقات فرمائی

حضرت عم محترم مولانا حبیب الرحمان صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی اور مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی میں باہم معاصرانہ چشمک تھی اور اس نے بعض حالات کی بنا پر ایک مخاصمت اور منازعہ کی صورت اختیار کر لی اور مولانا محمود حسن صاحب گو اصل جھگڑے میں نہ شریک تھے نہ انہیں اس قسم کے امور سے دلچسپی تھی۔ مگر صورت حال ایسی پیش آئی کہ مولانا بھی بجائے غیر جانبدار رہنے کے کسی ایک جانب جھک گئے اور یہ واقعہ کچھ طول پکڑ گیا۔ اسی دوران میں ایک دن علی الصباح بعد نماز فجر مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمود حسن صاحب کو اپنے حجرہ میں بلایا (جو دارالعلوم دیوبند میں ہے) مولانا حاضر ہوئے اور بند حجرہ کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے، موسم سخت سردی کا تھا۔ مولانا رفیع الدین صاحب نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا۔ فرمایا کہ "واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایکدم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور میرا لبادہ تربتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود حسن کو کہدو کہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔ بس میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا" اس پر مولوی اشرف علی تھانوی نے حاشیہ میں لکھا ہے۔ " یہ واقعہ روح کا تمثل تھا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ جسد مثالی تھا مگر مشابہ جسد عنصری کے۔ دوسری صورت یہ کہ روح نے خود عناصر میں تصرف کر کے جسد عنصری تیار کر لیا ہو۔ مگر وقت گذر جانے پر پھر اس مرکب کو تحلیل کر دیا جاتا ہے" (ارواح ثلاثہ ص ۲۴۲-۲۴۳)

بند ہوگئی ان مشرک گروں کے شرک کی۔ ناظرین یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ اس قصہ

اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں ۔" (تقویۃ الایمان)

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے ۔" (تقویۃ الایمان)

قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے "رسول اور اُمتِ رسول اس حد تک مشترک ہیں کہ دونوں کو علمِ غیب نہیں ۔" (فاران کا توحید نمبر ص۱۱۲)

ابوالاعلیٰ مودودی: "الوہیت اور علمِ غیب کے درمیان ایسا گہرا تعلق ہے کہ قدیم ترین زمانے سے انسان نے جس ہستی میں بھی خدائی کے کسی شائبہ کا گمان کیا ہے اس کے متعلق یہ خیال ضرور کیا ہے کہ اس پر سب کچھ روشن ہے ۔ اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ۔" (الحسنات رام پور)

بحری جہاز کو طوفان سے نکال دیا تباہی سے بچا دیا

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ایک مرید بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ ایک تلاطم خیز طوفان سے جہاز ٹکرا گیا، قریب تھا کہ موجوں کے ہولناک تصادم سے اس کے تختے پاش پاش ہو جائیں ۔

انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں ہے، اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا ۔ اس وقت سے زیادہ اور کونسا وقت امداد کا ہوگا ؟ اللہ تعالےٰ سمیع و بصیر اور کارساز مطلق ہے، اسی وقت آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی ۔ اِدھر تو یہ قصہ پیش آیا اُدھر اگلے روز مخدوم جہاں (حاجی امداد اللہ صاحب) اپنے خادم سے بولے " ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے ۔" خادم نے دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اُتر گئی ہے ۔ پوچھا ۔ حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیونکر چھلی ؟ فرمایا " کچھ نہیں ۔" پھر پوچھا، آپ خاموش رہے ۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا " حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے ۔" فرمایا " ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا ۔ اس میں تمہارا دینی بھائی اور سلسلے کا بھائی

کے راوی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم قاری محمد طیب صاحب اور اس پر حاشیہ آرائی فرمانے والے اشرف علی صاحب تھانوی۔ اور اس قصہ میں مولوی محمد قاسم نانوتوی کے حق میں اثبات علم غیب کے ساتھ ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت خالقیت سے متصف کر ڈالا ہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی نے عالم برزخ سے معلوم کر کے کہ مدرسہ دیوبند میں مدرسین کے درمیان سخت ہنگامہ ہو گیا ہے یہاں تک کہ مدرسہ کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن صاحب بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں تو مولوی نانوتوی نے مدرسہ میں پہنچ کر انہیں منع کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اس کی روح کی قوت تصرف کو کیا کہنا کہ تھانوی صاحب کے کہنے کے مطابق اس جہان خاک میں دوبارہ آنے کے لئے اس نے خود آگ، پانی اور ہوا اور مٹی کا ایک انسانی جسم تیار کیا اور خود ہی اس میں داخل ہو کر زندگی کے آثار اور نقل و حرکت کی قوت ارادی سے مسلح ہوئی اور لحد سے نکل کر سیدھے دیوبند کے مدرسہ میں چلی آئی۔ اور پھر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ دوجہان کے سردار، حبیب کردگار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیائے عظام کے لئے عطائے الٰہی سے بھی ذرہ بھر تصرف و اختیار اور علم غیب تسلیم نہیں کرتے بلکہ تسلیم کرنے والے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ جن کی بات بات پر رنگ وہابیت بھڑک اٹھتی ہے، اپنے پیشواؤں کے اس قدر بڑے شرک پر آمنا و صدقنا کہہ کر کیونکر ایمان لے آئے۔ دیکھئے کہ ان کے پیشوا کس سختی کے ساتھ اعلان کرتے ہیں۔

<u>رشید احمد گنگوہی کہتا ہے</u> ۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے وہ ساداتِ حنفیہ (یعنی ائمہ احناف) کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

• اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

<u>اسماعیل دہلوی کہتا ہے</u> "اور اس بات میں (یعنی غیب کی بات جاننے میں) اولیاء انبیاء و امام زادے و پیر و شہید، اور جن و شیطان اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں" (تقویۃ الایمان)

• اور قدرتِ تصرف کی ثابت کرنی ساری باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں

تھا۔ اس کی گریہ زاری نے مجھے بے چین کر دیا اور آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اٹھایا جب آگے چلا اور بندگانِ خدا کو نجات ملی، اس سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے، مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔ (کراماتِ امدادیہ)

اس حکایت میں وہ تمام تر سامان موجود ہے جس کی بنا پر وہابیہ مسلمانانِ امتِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں لیکن چونکہ یہ معاملہ ان کے اپنے گھر کا ہے اس لئے انہیں اس حکایت میں شرک کا کچھ شائبہ تک دکھائی نہیں دیتا جن امور کو یہ لوگ سرورِ کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کے حق میں تسلیم کرنے کو کسی طرح تیار نہیں ان امور کو اپنے مشائخ کے حق میں بلا چون و چرا تسلیم کئے بیٹھے ہیں اور انکے دین و ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

غور کیجئے۔ کہ دور دراز مقام سے مرید نے شیخ کا صرف خیال کیا، شیخ کو غائبانہ علم ہو گیا مرید نے شیخ سے خاموش استغاثہ کیا، شیخ نے سن لیا، مصیبت کے وقت شیخ کو پکارا، امداد چاہی۔ گریہ وزاری کی مرید کی پکار شیخ نے سنی اور اس کی گریہ وزاری سے بے چین ہو کر بہ نفسِ نفیس جسدِ عنصری کے ساتھ آناً فاناً مدد کرنے پہنچ گئے۔ حاجی صاحب کی وسعتِ علمِ غیب کا اندازہ کیجئے کہ ان کو معلوم ہو گیا کہ کتنے فاصلے پر جہاز ہے۔ سمندر کے کس حصہ میں ہے۔ سمندر کی لا متناہی وسعتوں میں حادثہ کہاں پیش آیا ہے۔ حاجی صاحب کا کمالِ تصرف دیکھئے کہ دور دراز کا فاصلہ چشم زدن میں طے کر گئے، سمندر میں کود گئے اور جہاز کے پاس پہنچ کر طوفانی لہروں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہزاروں ٹن وزنی جہاز کو تنِ تنہا اپنی کمر پہ اٹھایا اور طوفان سے نکال دیا، غرق ہونے سے بچا دیا۔ اور بندگانِ خدا کو ڈوب کر مرنے سے نجات دیدی۔ اور پھر حیرت انگیز بات یہ دیکھئے کہ اس تمام کارروائی کے دوران اسی جسدِ عنصری سے اپنی جائے قیام پر بھی موجود رہے۔ لمحہ بھر کے لئے بھی غائب نہ ہوئے۔

اس کے برعکس امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ دیکھئے

یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے اور پھر یوں

سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے۔ اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں۔ جب ہی ان کو اس طرح سے پکارا۔" (تقویۃ الایمان)

"اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے۔ اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے۔ مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، گو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے۔ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔" (تقویۃ الایمان)

<u>اشرف علی تھانوی کا فتویٰ</u>:۔ کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے۔ (کفر و شرک ہے) (بہشتی زیور ص۳۴ ج ۱)

ثابت ہوا کہ وہابیہ نے دو شریعتیں متوازی بنا رکھی ہیں ایک عام مسلمانوں کے لئے اور ایک خاص اپنے لئے۔ انبیاء و اولیاء کے لئے ایک شریعت ہے اور ان کے اپنے مشائخ اور بزرگوں کے لئے دوسری شریعت ہے۔

اپنے بزرگوں سے متعلق وہابیہ کی شریعت کا کرشمہ دیکھئے

کہ انبیاء و اولیاء کے علوم و تصرفات کا منکر اور اُمتِ مسلمہ پر شرک و کفر کی گولہ باری کرنے والا پیشوائے وہابیہ اسماعیل دہلوی اپنے پیر و مرشد سید احمد رائے بریلوی کی فضیلت ثابت کرنے کیلئے کہاں تک آگے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ الغرض حضرت سید صاحب کو تینوں طریقوں یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ کی نسبت مبارک سے پہلے حاصل ہو گئی، لیکن قادریہ اور نقشبندیہ کا بیان تو اس طرح ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی بیعت کی برکت اور آنجناب

ہدایت مآب کی توجہات کے یُمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روحِ مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روحِ مقدس کے مابین فی الجملہ تنازعہ رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضہ کرتا تھا کہ آپ کو (سید احمد کو) بتمامہ اپنی طرف جذب کرے۔ تاآنکہ تنازعہ کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر (سید احمد پر) جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے (سید احمد کے) نفسِ نفیس پر توجہ قوی اور کچھ زور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو (سید احمد کو) نصیب ہوئی۔ ولیکن نسبت چشتیہ پس اس کا بیان اس طرح ہے کہ ایک دن آپ (سید احمد) حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منور (قبر مبارک) کی طرف تشریف لے گئے۔ اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اس اثناء میں ان کی روح مبارک سے آپ کو (سید احمد کو) ملاقات حاصل ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی۔ اس توجہ کے سبب سے ابتداء حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔ (صراط مستقیم ص ۱۶۷)

یہاں پر اسماعیل دہلوی نے سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کو غوث الثقلین، مان کر تمام انسانوں اور جنات کے فریاد رس مددگار تسلیم کر لیا ہے اپنے پیر و مرشد سید احمد کے لئے تینوں سلسلوں کی نسبت اور ولایت ثابت کرنے کی خاطر اولیاء اللہ کے علم غیب کا اثبات اور ان کے زبردست تصرفات کا اقرار کر رہا ہے۔ یعنی مشرک گر اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر جی کو ولی ثابت کرنے کی دھن میں خود اپنے ہاتھوں اپنے مسلکِ وہابیہ کا گلا گھونٹ دیا ہے بلکہ مذہب وہابیہ کی مکمل تردید اور بیخ کنی کر ڈالی ہے اور وہابیہ کے تمام ہوائی قلعوں کو مسمار کر کے رکھ دیا ہے۔

دراصل۔ تقویۃ الایمان کا مصنف اسماعیل دہلوی دنیا کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ میرے پیر سید احمد کی یہ شان ہے کہ حضرت غوث الثقلین چاہتے تھے کہ اس کو اپنی طرف جذب کر لیں

اور خواجہ نقشبند یہ چاہتے تھے کہ وہ اس کو اپنی طرف جذب کر لیں۔ یعنی حضور پُر نور غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کو بغداد شریف میں مدفون ہونے کے باوجود اور حضرت خواجہ نقشبند کو بخارا میں مدفون ہونے کے باوجود یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں علاقے ہندوستان کے فلاں شہر میں سید احمد نامی شخص بڑا قابل اور جوہر دار ہے، لہٰذا اس کو جلد از جلد اپنی طرف کھینچ لینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا ہم سے پہلے اس پر قابض ہو جائے۔ یہ سوچ کر یہ دونوں حضرات بغداد اور بخارا سے روانہ ہو کر ہندوستان آئے اور سید احمد کے پاس پہنچ کر اپنی اپنی طرف جذب کر لینے کی جدوجہد کرنے لگے اور اسی کوشش میں ان دونوں حضرات میں مسلسل جھگڑا چلتا رہا۔ بالآخر جب اِن ہر دو اولیاء اللہ میں سے کوئی ایک سید احمد سے دستبردار ہو جانے پر رضامند نہ ہوا تو مجبور ہو کر حضرت غوث الثقلین اور خواجہ نقشبند نے یہ طے کیا کہ ہم دونوں مل کر سید احمد پر جلوہ گر ہو کر اپنا اپنا فیضِ سلسلہ اس کو عطا کر دیتے ہیں۔ پھر جب اس بات پر صلح ہو گئی تو ان دونوں اولیاء اللہ نے سید احمد پر جلوہ گر ہو کر تقریباً ایک پہر تک توجہ قوی فرمائی اور اپنے اپنے تصرف سے کچھ زور دار اثر ڈال کر سید احمد کو اپنے اپنے سلسلوں کے سارے مقامات ولایت طے کرا دیئے۔ نیز اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر جی کو سلسلہ چشتیہ کی نسبت ثابت کرنے کی خاطر اسے قبوری یعنی قبر پرست بنا دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ صاف لکھ دیا کہ سید احمد صاحب، حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز سے فیض لینے کی خاطر ان کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے، ان کی قبر پر مراقبہ کیا۔ صاحبِ قبر کی طرف متوجہ ہو کر ان سے فیض عطا کرنے کی درخواست کی، قطب الاقطاب کو فوراً علم ہو گیا کہ سید احمد میری قبر پر آیا ہے۔ یہ مجھ سے فیض مانگ رہا ہے۔ قطب الاقطاب نے سید احمد کے سوال کو سن کر منظور فرمایا، شرفِ ملاقات بخشا اور اپنے تصرف کو بروئے عمل لا کر سید احمد کو سلسلہ چشتیہ کے فیوض و برکات عطا فرما دیئے۔

قارئین ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر سینہ پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ اسماعیل دہلوی اور اس کے پیر جی سید احمد صاحب بریلوی شرک میں ابو جہل کے برابر ہوتے یا نہیں؟؟

اسماعیل دہلوی کا دوسرا رُخ

"اور کسی کی قبر پر یا چلّے پر یا کسی کے تھان پر جانا اور دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا - - - - - - - - اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدہ کی توقع رکھنی یہ سب شرک ہیں، ان سے بچنا چاہیئے" (تقویۃ الایمان)

اپنے پیر جی کے متعلق اسماعیل دہلوی کی دوسری تعلّی

اسماعیل دہلوی اپنے پیر جی سید احمد رائے بریلوی کے متعلق لکھتا ہے "آپ نے جناب رسالتمآب صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تین عدد چھوارے اپنے ہاتھ مبارک سے آپ کو کھلائے۔ اس طرح سے کہ ایک ایک چھوہارا اپنے ہاتھ مبارک سے لے کر حضرت سید صاحب کے منہ میں رکھتے تھے اور بعد ازاں آپ بیدار ہوئے۔ اس رویائے صادقہ کا اثر ظاہر باہر اپنے نفس میں پاتے تھے اور اسی خواب کی بدولت ابتدائے سلوک نبوت حاصل ہو گیا۔ بعد ازاں ایک دن جناب ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ پس جناب علی مرتضےٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے غسل دیا اور آپ کے بدن کو خوب اچھی طرح شست و شو کی جس طرح والدین اپنے بیٹوں کو نہلاتے اور شست و شو کرتے ہیں اور جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے نہایت عمدہ اور نفیس قیمتی لباس اپنے ہاتھ مبارک سے آپ کو پہنایا۔ پس اس واقعہ کے سبب سے کمالات طریق نبوت نہایت جلوہ گر ہوئے۔" (صراط مستقیم صفحہ ۲۸۰)

اسماعیل دہلوی کا دوسرا رُخ یہ ہے

"وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام۔ اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں، سو سب خیال ہی خیال ہے۔ اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک

مختار نہیں، جہان کا موں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے۔ محمد یا علی نہیں، اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں"

"سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" (تقویۃ الایمان)

اپنے پیر جی کے متعلق اسمٰعیل دہلوی کی تیسری سب سے بڑی تعلّی

"اور اجتباء ازلی جو کہ ازل الآزال میں پوشیدہ تھی منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوئی اور عنایت رحمانی اور تربیت ربانی بلاواسطہ آپ کے حال کے متکفل ہوئی۔ اور پے در پے معاملات اور بے شمار واقعات وقوع میں آئے یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جل و علا نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی عطا کریں گے تا آں کہ ایک شخص نے آپ کے پاس حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی اور چونکہ آپ ان ایام میں علی العموم بیعت نہیں لیا کرتے تھے، اس لئے اس شخص کی درخواست کو قبول نہ فرمایا، جب اس شخص نے نہایت الحاح اور اصرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ "ابھی معدودے توقف کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں جو کچھ مناسب وقت ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔" پھر آپ اجازت اور استفسار کے لئے جناب حضرت حق میں متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ "بندگان درگاہ سے ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے اور آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے، اور اس جہان میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کا پاس کرتا ہے۔ اور حضرت حق کے اوصاف کو اخلاق مخلوقات کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے؟! اس طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لاکھوں ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔"

(صراط مستقیم صفحہ ۲۸۰، ۲۸۱)

قارئین۔ وہابیہ کی پیر پرستی کا اندازہ لگائیں اور اس پر غور کریں کہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنے پیر جی کو مرحلہ وار بڑھاتے بڑھاتے کہاں تک پہنچا دیا۔ اس نے اپنے پیشوا کو اس مقام پہ لاکھڑا کیا کہ اسی دنیوی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ ملاقات کرا دی ہے۔ اللہ جل وعلا نے سید احمد سے ہاتھ ملایا اور شرف ہمکلامی بخش کر سید احمد رائے بریلوی کو کلیم اللہ بنا دیا یہاں تک کہ وہ رب العزت سے حسب ضرورت مشورہ تک کر لینے کا مجاز بن گیا۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سید احمد کو اس کے مریدوں کی عاقبت سے باخبر بھی کر دیا۔ اور وعدہ کر لیا کہ اگرچہ وہ لکھوکھہا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔ یعنی سید احمد ان سب کا وکیل بن گیا، لیکن تعجب ہے کہ ان تمام باتوں میں سے کسی ایک بات میں بھی اسماعیل دہلوی کو شرک کی بُو تک نہ آئی۔ (مزید ستم بالائے ستم یہ کہ ان باتوں پر سارے کے سارے وہابی مولوی بھی آنکھ بند کر کے ایمان لے آئے۔ انہیں بھی کوئی بات خلافِ شریعت نظر نہ آئی۔ !!! بہر حال۔ اب آپ ان کا

دوسرا رُخ بھی دیکھ لیں

"جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو، نہ ولی، نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔" (تقویۃ الایمان)

> "پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کا فر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے، اسی سے کافر ہو گئے۔ سو اب بھی کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔" (تقویۃ الایمان)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوے

سوال۔ یہ قول کہ حضرت اولیاء اللہ بچشم ظاہری وبیداری دیدار رب العزت تعالیٰ

شانہ کرتے ہیں غلط ہے یا صحیح۔

الجواب۔ یہ قول ان کا صحیح نہیں بلکہ تاؤل ہے۔ اگر کسی کامل سے منقول ہے اور مردود ہے۔ اگر کسی جاہل سے مروی ہے۔" اس کے تحت حاشیہ میں ہے :-

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل ایمان میں فرماتے ہیں۔

واجماع محدثین و فقہاء متکلمین و مشائخ طریقت است کہ اولیاء را حاصل نیست در تعرف میگوید ہیچ از مشائخ ما نہ دانم کہ ادعائے آن کردہ باشد وازہیچ کیسے حکایت آں بصحت نرسیدہ مگر طائفہ جاہل کہ ایشاں راکسے نشناسد و مشائخ اتفاق دارند بر تقبیل مدعی آں و تکذیب و گفتہ کہ او دعوئے آں علامت عدم معرفت حق است و ہر کہ ایں دعوی کند بحقیقت خدا را نشناختہ باشد و شیخ علاؤ الدین قونوی در شرح تعرف میگوید اگر کسے معتبر نقل آں رسد تاویلش باید کرد و در کتاب انوار فقہ شافعی میگوید ہر گوید

کہ من خدا را عیانا در دنیا مے بینم و بشافہ با وے کلام مے کنم کافر گردد۔"

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۱۸)

محدثین و فقہائے متکلمین اور مشائخ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ اولیا کو یہ حاصل نہیں ہے تعرف میں فرمایا مشائخ میں سے میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہو اور کسی سے یہ بات صحت کو نہیں پہنچی۔ مگر جاہلوں کا ٹولہ کہ انہیں کوئی کچھ نہیں جانتا مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی اس بات کا دعویٰ کرے اس کی تردید کر دی جائے اور اسے جھوٹا قرار دیا جائے اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس بات کا دعویٰ کرنا اس امر کی علامت کہ ایسا دعوے کرنے والا معرفت الٰہی سے محروم ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے اس نے درحقیقت اللہ تعالےٰ کو پہچانا ہی نہیں، اور شیخ علاؤ الدین شرح تعرف میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ قول کسی معتبر ولی اللہ سے منقول ہو تو اس کی تاویل کر دینی چاہیے۔

اور کتاب انوارِ فقہ شافعی میں فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں خدا کو دنیا میں عیاناً دیکھتا اور اس سے بالمشافہ کلام کرتا ہوں کافر ہو جاتا ہے ؎

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے فقیر کتب معتبرہ میں سے علمائے حق کے چند ارشادات نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہے تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

علامہ قاضی عیاض محدث کا ارشاد:- من اعترف بالٰهیۃ اللہ تعالیٰ ووحدانیتہ ولکنہٗ ادعی لہٗ ولدًا او صاحبۃ فذالک کفر باجماع المسلمین وکذالک من ادعی مجالسۃ اللہ تعالیٰ والعروج الیہ ومکالمتہٗ (شفا شریف ص۲۸۲)

ترجمہ:- جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت و توحید کا تو قائل ہو مگر اس کے لئے بیٹا یا بیوی ٹھہرائے وہ بہ اجماع مسلمین کافر ہے، اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمنشینی و ملاقات اس کی طرف عروج، اس سے باتیں کرنے کا مدعی ہو وہ بھی بہ اجماع مسلمین کافر ہے) اور ص۲۸۲ پر ہے۔ وکذالک من ادعی منھم انہٗ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ او انہٗ یصعد الی السماء ویدخل الجنۃ ویأکل من ثمارھا ویعانق حور العین وھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ترجمہ:- اسی طرح جو جھوٹا متصوف دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے وحی کرتا ہے۔ اگرچہ وہ نبوت کا مدعی نہ ہو یا یہ کہ وہ آسمان تک چڑھتا ہے، جنت میں جاتا اس کے پھل کھاتا حوروں کو گلے لگاتا ہے۔ یہ سب کافر ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

قارئین غور فرمائیں کہ جب ان سے ملاقات کے دعوے پر یہ حکم ہے کہ خود رب العزت سے ہاتھ ملا کر مصافحہ کرنے پر کیا حکم ہوگا۔؟

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا ارشاد۔ زیر قول تعالیٰ۔ وقال

الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ۔ فرماتے ہیں "منشائے ایں گفتگو نے ایشاں جہل ست زیرا کہ نمے فہمند کہ رتبہ ہمکلامی با خدائے عزوجل بس بلند ست، ایشاں ہنوز بہ پایۂ اولین آں کہ ایمانست نرسیدہ اند و آں رتبہ مخصوص متحقق ست بہ ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و غیر ایشاں را ہرگز میسر نمے شود۔ پس فرمائش ہمکلامی با خدا گویا فرمائش آنست کہ ما ہمہ را پیغمبراں یا فرشتہا سازو"

(تفسیر عزیزی۔ سورہ بقرہ ص۲۳۳) ترجمہ۔ منشاء اس گفتگو کی ان کی جہالت ہے، اس لئے کہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدائے عزوجل سے ہمکلامی کا رتبہ بہت بلند ہے۔ یہ تو ابھی ایمان تک بھی کہ پایۂ اولین ہے نہیں پہنچے اور وہ رتبہ مخصوص ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق ہے انکے علاوہ کسی اور کو یہ رتبہ ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔ پس خدا سے ہمکلامی کی فرمائش گویا اس امر کی فرمائش ہے کہ ہم سبکو پیغمبر یا فرشتے بنا دے" واضح ہو کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا مدعی ہے وہ فرشتہ یا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اسطرح کا دعویٰ کرنیوالا صریحاً کافر ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

شرح عقائد جلالی مطبوعہ مصر ص۱۲۷ میں ہے۔ المکالمۃ شفاھا منصب النبوۃ بل اعلی مراتبھا وفیہ مخالفۃ لما ھو من ضروریات الدین وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین علیہ افضل صلاۃ المصلین"

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ سے کلام حقیقی منصب نبوت بلکہ اس کے مراتب میں اعلیٰ مرتبہ ہے تو اس کے دعوے کرنے میں بعض ضروریات دین یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے"

حصولِ کشف و الہام اور زمین و آسمان کے مکانات کی سیر

سرتاج وہابیہ اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے "جاننا چاہیئے کہ آئندہ واقعات کے کشف کے لئے اس طریقہ کے بزرگوں نے کئی طریقے لکھے ہیں وہ سب سے بہتر طریقہ بتانے کے بعد لکھتا ہے" اللہ تعالیٰ کی جانب سے پختہ امید ہے کہ اوپر سے الہام کے

نازل ہونے یا تبہ دل سے اس واقعہ کے ظاہر ہو جانے کے باعث انکشاف ہو جائے گا" (صراط مستقیم صلا۲) "شغل نفی کی تکمیل کا طریقہ یہ بیان کر سکتا ہے" احساس حالت میں آسمانوں کے مکانات پر اطلاع اور زمین کے بعض مقامات کی سیر جو اس کی جگہ سے دور دراز فاصلہ پر ہوتی ہیں بطور کشف حاصل ہوتی ہے، اور اس کا وہ کشف مطابق واقعہ ہوتا ہے" (صراط مستقیم ص۱۸۹)

عرش و فرش کی سیر کرنے کا طریقہ

اسماعیل دہلوی: "روح کو عرش کے اوپر پہنچائے اور اس جگہ پہنچ کر توقف کرے، وہ خود سیر کرے اور سیر روک دینے میں اختیار ہے، خواہ عرش کے اوپر سیر کرے یا اس کے نیچے اور آسمانی مواضع میں سیر کرے یا زمینی بقاع میں جیسے کعبہ معظمہ یا اور اماکن متبرکہ اور پھر عرصہ کے بعد جب اس عالم کی بیداری اور خبرداری چاہے انہی روحوں کی امداد سے اوپر سے نیچے کو انتقال کرے" "یَا حَیُّ" کے ذکر خیالی کے ساتھ اس جگہ سے انتقال کرنے کی تیاری کرے، اور "یَا قَیُّوم" کی ہمراہی سے رد دیجا اپنے مکان تک پہنچے اور نزول میں آسمانوں کو جدا جدا ملحوظ رکھے" (صراط مستقیم ص۱۹۵)

جنت، دوزخ، سدرۃ المنتہیٰ، لوحِ محفوظ، عرشِ معلّٰی کی سیر اور ارواحِ انبیاء، اولیاء اور ملائکہ سے ملاقات کرنے کا طریقہ

اسماعیل دہلوی: "پھر اللہ تعالیٰ علیہ کو وہاں سے عرشِ معلّٰی تک پہنچائے اور اس کی استعانت سے روح کو چھتے آسمان اور عرشِ مجید پر روح کو کچھ دیر تک جتنا ہو سکے، ٹھہرا کر اس جگہ روح کو چپ و راست (دائیں بائیں) وہ خود سیر کرائے .... منجملہ اس کے آثار کے ذاکر کی روح کی نورانیت ہے، اور ارواحِ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور ملائکہ عظام کے ساتھ ملاقات کرنا اور جنت و دوزخ اور آسمانی مقامات کی سیر جیسے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور وغیرہ اور لوحِ محفوظ کی سیر کرنا اور وہاں کے واقعات کا انکشاف

ہونا انسانی امور کی خاطر روح کو آسمان پر ٹھہرا کر وہاں مقدور سیر کرانا مناسب ہے۔ اور وہاں کے عجائبات کا دیکھنا مختلف طور پر واقع ہوتا ہے ہر کوئی بموجب اپنی قوتِ ادراک ادراکی استعداد اور اپنے حال کے مناسب دیکھتا ہے۔" (صراط مستقیم صفحہ ۱۴۱-۱۴۲)

ذات بحت تک وصول

اسمٰعیل دہلوی: "ذات بحت تک (اللہ تعالےٰ تک) واصل ہونے کے لئے حجب کو طے کرنا جن سے مراد انوار ہیں۔ ضروری امر ہے اور اکثر لوگوں کے حق میں بدون ان کے ادراک کے ان کا طے کرنا محال ہے۔ اور جو بعض بلند فطرت والوں کو بدون انکشاف انوار کے ذات بحت کا وصول میسر ہو جاتا ہے۔ پس یہ اکثر لوگوں کے انکشاف انوار کی طرف محتاج ہونے میں قدح نہیں کرتا۔" (صراط مستقیم صفحہ ۱۸۳)

قارئین۔ بِللہ انصاف فرمائیں کہ سید احمد رائے بریلوی، اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیرو وہابیہ سے کونسا غیب پوشیدہ رہ گیا۔؟ اور عرش سے فرش تک وہ کونسا مقام باقی رہا جہاں ان کی رسائی نہ ہو۔؟

دعوئے زمین کے دور دراز علاقوں کی سیر اپنے حجروں اور مکانوں میں بیٹھے بیٹھے کر لیتے ہیں۔ آسمانوں کی سیر کرتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کی سیر فرماتے، ارواح انبیاء و اولیاء اور ملائکہ سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور اور لوح محفوظ کی سیر کرتے ہیں اور وہاں کے واقعات ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ غرضیکہ علم غیب کی کوئی بات ان سے چھپی نہیں۔ لوح محفوظ میں تمام غیوب مندرج ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد واضح ہے کہ۔ ولا رطب ولا یابس إلا في كتاب مبين (قرآن مجید) تمام رطب یابس کا علم لوح محفوظ میں مسطور ہے۔" پھر جب یہ لوگ لوح محفوظ کی سیر فرما لیتے ہیں تو علمِ غیب کی کونسی بات ان کے علم سے باہر ہو سکتی ہے۔؟ اور پھر یہیں تک ان کی پرواز رک نہیں جاتی بلکہ یہ صاحبان۔ اس قدر قوتِ تصرف رکھتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے گزر جاتے ہیں۔ جہاں سے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بال بھر آگے نہیں بڑھ سکتے یہ وہاں سے آگے بڑھ کر عرش معلےٰ تک جا پہنچتے ہیں۔ پھر انہیں یہاں تک

اختیار حاصل ہے کہ جب تک چاہیں مرتب الٰہی پر قیام فرمائیں خواہ عرش کے اوپر سیر کریں یا عرش کے نیچے سرگشت فرمائیں۔ یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ اور چاہیں تو فات کہت تک پہنچ جائیں گا۔

پھر جب امکان کی وسعتوں میں گھوم پھر کر تھک جائیں اور وہاں کے عجائبات کی سیر سے ان کی طبیعت سیر ہو جائے تو اپنی مرضی سے اوپر سے نیچے کو سبک خرامی کرتے ہوئے زمین پر اتر کر اپنے مکان میں پہنچ جائیں۔ البتہ یہ سب کچھ صرف انہی کے لئے ہے۔

دوسروں کیلئے ان کی شریعت کا یہ حکم ہے

"یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے کوئی رمل اور قرعہ پھینکتا ہے۔ کوئی فال مانگے پھرتا ہے۔ یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز۔ ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے" (تقویۃ الایمان)

"کسی انبیاء و اولیا یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے" (تقویۃ الایمان)

"جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں" (تقویۃ الایمان)

<u>اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:</u> بہت امور میں آپ (رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا اور فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور بادجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے قضیہ افک میں آپ کی تفتیش و استکشاف بہ بلیغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے

مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوتا" (حفظ الایمان)

اس کے برعکس اشرفعلی کے پیر و مرشد حاجی فرماتے ہیں

"لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں، دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ کے معاملات (افک) سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے" (امداد المشتاق صلاے۔ ۷۷ ملفوظ نمبر ۱۲۹)

اب قارئین ہی عدل و انصاف کے ساتھ اس گورکھ دھندے کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ آکیونکہ تیسری جانب

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب صاحب فرماتے ہیں: "کتاب و سنت کی سامنے رکھ کر علم کی تقسیم یوں نہ ہوگی کہ اللہ کا ذاتی علم، رسولوں کے علم عطائی۔ یعنی نوعی فرق کے ساتھ دونوں برابر ہیں۔ گویا ایک حقیقی خدا ایک مجازی خدا" (فاران توحید نمبر ص۱۲)

غالب مرحوم نے شاید انہی کے متعلق کہا تھا ؎

تک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس کے بعد ایک تماشہ دیکھئے۔ جملہ وہابیہ کا پیشوا اسمٰعیل دہلوی، تعلیم دیتا ہے۔ "طالب کو چاہیئے کہ پہلے باوضو دو زانو بطور نماز بیٹھ کر اس طریقہ کے بزرگوں یعنی حضرت معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ حضرات کے نام کا فاتحہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور وسیلے سے التجا کرے اور نیاز بے اندازہ اور زاری بے شمار کے ساتھ اپنے کام کے فتح باب کے لئے دعا کر کے ذکر دو ضربی شروع کرے" (صراط مستقیم ص۱۹۱) اس کے برعکس۔ اسی..........

اسمٰعیل دہلوی کا فتوے ملاحظہ ہو "اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کو خیال باندھے .... سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی سب باتیں شرک ہیں" (تقویۃ الایمان)

شاہ ولی اللہ صاحب محدث (اسمٰعیل دہلوی کے دادا) اپنے والد (شاہ عبدالرحیم۔ اسمٰعیل دہلوی کے پردادا) کے احوال میں لکھتے ہیں:

"آں حضرت (شاہ عبدالرحیم) نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل درپیش آئی اور اس نے نذر مانی کہ یا اللہ اگر یہ مشکل حل ہو جائے تو اتنی رقم شاہ عبدالرحیم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کروں گا۔ چنانچہ اس کی یہ مشکل حل ہو گئی اس کے بعد اس نذر کو پورا کرنا اسے یاد نہ رہا۔

کچھ عرصہ بعد اس کا گھوڑا بیمار ہو گیا اور مرنے کے قریب ہوا۔ مجھ پر فرہاد بیگ کے گھوڑے کے بیمار ہو جانے کا سبب منکشف ہوا اور میں نے اپنے خدام میں سے ایک خادم کے ذریعہ اسے کہلا بھیجا کہ "تیرے گھوڑے کی بیماری کا سبب یہ ہے کہ تم نے اپنی نذر کو پورا نہیں کیا اگر اپنے گھوڑے کی سلامتی چاہتا ہے تو جو نذر کہ تم نے فلاں مشکل کے وقت اپنے اوپر لازم کی تھی وہ نذرانہ کی رقم بھیج دے" میرے اس پیغام سے وہ نادم ہوا اور اس نے وہ نذر کی رقم بھیجدی اور اسی وقت اس کا گھوڑا تندرست ہو گیا" (انفاس العارفین)

صاحب قبر ولی اللہ نے شاہ ولی اللہ کو دعوت کھلائی

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں "میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی (قبر پر ان کی) زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ رات کا وقت تھا اس وقت آپ نے فرمایا کہ حضرت مخدوم صاحب ہماری دعوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "کچھ کھا کر جانا" اور آپ ٹھہر گئے یہاں تک کہ لوگوں کا آنا جانا موقوف ہو گیا اور آپ کے ہمراہی (زیادہ انتظار کی وجہ سے) ملولِ خاطر ہو گئے۔ اس وقت ایک عورت چاول و شیرینی کا ایک طباق اپنے سر پر اٹھائے (درگاہ شریف میں) آئی اور بولی کہ میں نے

نذمانی تھی کہ اگر میرا خاوند والپس گھر آجائے تو اسی وقت یہ طعام پکا کر حاضرینِ درگاہِ مخدوم
اللہ دیا کو پہنچاؤں گی، اس وقت (میرا خاوند واپس گھر آگیا ہے اس لئے میں نے اپنی
مانی ہوئی نذر کو پورا کیا ہے۔" (انفاس العارفین)

شاہ ولی اللہ صاحب کے مندرجہ بالا دونوں واقعات میں تعزیراتِ وہابیہ کی
رُو سے کتنے شرک صریح موجود ہیں؟ ان کے لائق و فائق پوتے اسماعیل سے پوچھیے

اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:- "پھر جو کوئی انبیاء اولیاء کی اماموں اور شہیدوں کی بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے آڑے کام پیان کی نذر
مانے مشکل کے وقت ان کو پکارے، بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے جب اولاد ہو تو
ان کی نذر نیاز کرے سو ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔"

"سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر
اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔" (تقویۃ الایمان)
"غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔" (تقویۃ الایمان)
"غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔" (تقویۃ الایمان)
"اور کسی کی قبر پر یا چلے پر یا کسی کے تھان پر جانا اور دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و
تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی .....
اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدہ کی توقع رکھنی یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔" (تقویۃ الایمان)

رشید احمد گنگوہی کا فتوے:- "اثبات علم غیب غیر حق تعالے کو شرک صریح ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ)

کیا یہ تماشہ کچھ کم عجیب ہے کہ ایک طرف تو اسماعیل دہلوی اولیاء اللہ کے نام کا فاتحہ پڑھنے
کی تعلیم دیتا ہے اور دوسری طرف اولیاء اللہ کے نام کا ختم پڑھنے کو شرک قرار دے کر خود ہی کو
مشرک ٹھہرا دیتا ہے۔ اسماعیل دہلوی کے دادا شاہ ولی اللہ اور پردادا شاہ عبدالرحیم صاحبان بھی اس کے
فتاویٰ کی زد میں ہیں۔ یہ صاحبان بھی تعزیراتِ وہابیہ کی رُو سے بحیثیت مشرک قرار پاتے ہیں کیونکہ ہر دو
حکایات میں مذکورہ امور تعزیراتِ وہابیہ کے تحت شرک صریح میں داخل ہیں کہ پہلی حکایت میں مذکورہ ہے

کہ فرادبیگ نے حق محنت کے لئے شاہ عبدالرحیم کی خدمت میں رقم بھیجنے کی نذر مانی - یہ پہلا شرک ہوا پھر نذر پوری نہ کرنے کی پاداش میں اس کا گھوڑا بیمار رہا یہ دوسرا شرک - پھر شاہ صاحب کا یہ جان لینا کہ فرادبیگ نے یہ نذر مانی تھی اور نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے اس کا گھوڑا بیمار ہو گیا ہے یہ تیسرا شرک کہ اس سے شاہ صاحب کے لئے علم غیب کا اثبات ہوتا ہے پھر شاہ صاحب کا یہ پیغام بھیجنا کہ اپنے گھوڑے کی سلامتی چاہتا ہے تو مانی ہوئی نذر کی رقم بھیجدے - یہ چوتھا شرک کہ ذہانتِ علمِ غیب و تصرف ہے - اور پانچواں شرک یہ کہ جب فرادبیگ نے وہ رقم بھیجدی تو اسی وقت گھوڑا تندرست ہو گیا - تو اس سے شاہ عبدالرحیم صاحب کے لئے قوتِ تصرف کا اثبات ہوا اور پھر دوسری حکایت تو اور بھی سخت ہے اس میں دیکھئے کہ بقولِ وہابیہ کتنے شرک ہیں -

اوّل - شاہ عبدالرحیم صاحب کا مخدوم اللہ دیا کی قبر کی زیارت کا قصد کر کے سفر کر کے قصبہ ڈاسنہ پہنچنا -

دوم - مخدوم اللہ دیا کا یہ جان لینا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رفقاء سمیت تشریف لائے ہیں - کہ اس سے صاحبِ قبر کے علمِ غیب کا اثبات ہوتا -

سوم - شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ فرمانا کہ مخدوم صاحب ہماری دعوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا - شاہ صاحب کے لئے علمِ غیب کا اثبات کہ انہوں نے صاحبِ قبر کو دیکھا اور اس کی گفتگو سن لی -

چہارم - شاہ صاحب کا دعوت کے انتظار میں ٹھہر جانا کہ انہوں نے صاحبِ قبر کے علمِ غیب پر مبنی دعوت کو یقین کے ساتھ قبول کر لیا -

پنجم - ایک عورت جو اپنی مراد پوری ہونے پر چاول اور شیرینی نذر کی لائی شاہ صاحب نے اسے حلال و طیّب سمجھ کر اپنے رفقاء سمیت تناول فرما لیا - تلک عشرۃ کاملۃ -

اب یہ منصف مزاج قارئین کے ذمّے ہے کہ وہ خود یہ فیصلہ کریں کہ آیا تعزیرات وہابیہ کی رو سے ہر دو شاہ صاحبان - اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور پردادا - مشرک ہوئے - یا شاہ عبدالرحیم صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب نے پوری وہابیت کی ناک اور جڑ کاٹ کر رکھ دی - ؟ -

لامحالہ دونوں باتیں تو صحیح نہیں ہو سکتیں کہ اجتماعِ ضدّین محال ہے۔

ایک تیر سے دو شکار

ایک صاحبِ کشف حضرت حافظ (محمد ضامن) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں، بڑے دل لگی باز ہیں۔! جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ "جاؤ فاتحہ کسی مُردہ پر پڑھو، یہاں زندوں پہ فاتحہ پڑھنے آتے ہو؟ یہ کیا بات ہے۔ جب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں" (ارواحِ ثلاثہ)
اپنے دعوائے کشف اور غیب دانی کے اثبات کے لئے حافظ ضامن صاحب کے لئے بھی قبر میں۔ حیّ۔ سمیع۔ بصیر۔ علیم اور کلیم ہونے کا اثبات کر دیا۔

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع وہابیہ بیچ اس مسئلہ کے؟

حالانکہ حافظ ضامن صاحب کو شرعاً شہید سمجھنا ہی غلط ہے کیونکہ یہ صاحب [illegible] مقتول ہوئے تھے۔ کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے دوران مجاہدینِ آزادی کے خلاف فرنگی حکومت کی حمایت میں لڑتے ہوئے مجاہدینِ آزادی کے ہاتھوں مارے گئے تھے
تفصیل کے لئے فقیر کی تالیف "مکمل تاریخِ وہابیہ" کا مطالعہ فرمائیں۔

رشید احمد گنگوہی کا علمِ غیب

مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت (مولوی رشید احمد) کی سہ دری میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا کر کنویں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کنویں کا پانی تو کڑوا نہیں ہے میٹھا ہے۔ میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا۔ حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔ آپ نے فرمایا "اچھا اس کو رکھ دو" نماز ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیبہ جس قدر جس سے ہو سکے پڑھو۔ اور حضرت نے خود بھی پڑھنا شروع کیا۔ بعد میں حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ

اٹھائے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ اس کے بعد بڑھا اٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی۔ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ اس بدھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب دفع ہو گیا۔" (ارواح ثلاثہ)

مولوی رشید احمد گنگوہی کے علم غیب کی یہ وسعت ہے کہ اسے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ جس قبر کی مٹی سے یہ لوٹا بنا ہے، اس قبر میں مدفون پر عذاب ہو رہا ہے اس لئے کنویں کا پانی اس لوٹے میں پڑنے سے کڑوا ہو گیا۔

لیکن اس کے برعکس یہی گنگوہی صاحب فرماتے ہیں: "یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے" (فتاویٰ رشیدیہ)

اور اسماعیل دہلوی کہتا ہے "یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔" (تقویۃ الایمان)

مولوی اشرف علی تھانوی کی ولادت کا قصہ

مولوی اشرف تھانوی نے اپنی ولادت کے متعلق مقدمہ "حسام حیرت" میں اپنی نانی کے متعلق لکھا ہے: "انہوں نے حضرت حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتی سے شکایت کی کہ حضرت، میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔" حافظ صاحب نے بطریق معما فرمایا کہ عمر و علی کی کشاکش میں مر جاتے ہیں، اب کی بار علی کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا۔ (چند سطروں کے بعد لکھا) پھر فرمایا: "اس کے دو لڑکے ہوں گے انشاء اللہ زندہ رہیں گے، ایک کا نام اشرف علی خاں، رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی خاں۔" نام لیتے وقت "خان" اپنی طرف سے جوش میں آکر بڑھا دیا تھا، کسی نے پوچھا کہ حضرت، کیا وہ پٹھان ہوں گے؟ فرمایا: "نہیں" اشرف علی اور اکبر علی رکھنا، یہ بھی فرمایا کہ: ایک میرا ہوگا وہ مولوی ہوگا اور حافظ ہوگا اور دوسرا

دُنیا دار ہوگا ؟ اچھنا بچے پکڑیاں حرف بحرف راست نکلیں " (حضرت والا - اشرف علی تھانوی) فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو میں کبھی اکھڑی اکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں ان ہی مجذوب کی روحانی توجہ کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا " (اشرف السوانح ص۱۲ ج ۱)

علم ما فی الارحام ان علوم خمسہ میں سے ایک ہے۔ جن کا غیر خدا کے لئے اثبات وہابیہ کے نزدیک شرک عظیم ہے۔ حتیٰ کہ بعطائے الٰہی کی تصریح سے بھی تسلیم نہیں کرتے اور اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو قطعاً مشرک قرار دیتے ہیں۔ لیکن غضب دیکھئے کہ اپنے متعلق حمل ہی نہیں استقرار حمل سے بھی پہلے کا علم تسلیم کر لیا گیا۔ اور صرف اتنا ہی نہیں ساتھ ساتھ بھائی کا بھی۔ اور وہ بھی اتنا واضح کہ نام تک تجویز فرما دیا اور اوصاف و احوال کی بھی نشاندہی کر دی۔ اور عقیدۂ توحید پر ذرا آنچ تک نہ آئی۔

علم مافی الارحام

مولانا حبیب الرحمان صاحب نے فرمایا کہ سعید الرحمان خان صاحب پنجاسہ (پنجاب) جو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے زبردست صاحب کشف و حالات تھے۔ کشف کی یہ حالت تھی کہ کوئی لڑکا، لڑکی کے لئے تعویذ مانگتا بے تکلف فرماتے جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی "! لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے آپ بتاتے ہیں "؟ فرمایا " کیا کروں بے محابا مولود کی صورت سامنے آجاتی ہے " (ارواح ثلاثہ)

اللہ۔ اللہ۔ وہابیہ کا اپنی غیب دانی پر کس قدر اعتماد و یقین ہے اور پھر ان کی قوت تصرف کا کیا کہنا۔ جو علم حضور پُر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بھی تسلیم کرنا شرک صریح ہے وہ علم ان کے لئے جائز و مسلم اور جو تصرف حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ کی عطا سے ماننا کفر وہ ان کے لئے تسلیم کرنا عین ایمان و اسلام۔ ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل۔ بلاتکلف حاجت مندوں کی حاجات پوری کرتے اور بے اولادوں کو اولاد تقسیم فرماتے چلے جاتے ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی حاجت نہ انشاء اللہ

کہنے کی ضرورت۔ بطورِ تبسّم فرما دیتے ہیں۔ جا تیرے لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔ اور علم ما فی الارحام کی یہ کیفیت کہ پیدا ہونے والے بچّے پیدائش سے پہلے ہی دست بستہ حاضر بحضور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ان کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔ لیکن .....

اس کے برعکس تعزیراتِ وہابیہ کا فرمان ملاحظہ فرمائیے

سرگروہ وہابیہ۔ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے "اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی (خدا کے سوا) کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت۔"

"انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں، سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے۔ بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں، اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرّف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو جی چاہے مار ڈالیں، یا اولاد دے دیں یا مشکل کھول دیویں یا مرادیں پوری کر دیویں۔ (تقویتہ الایمان)

قوّتِ تصرّف۔ مشکل کشائی

یہاں (تھانہ بھون میں) ایک خاندان تھا، ان کی زمین ضبط ہوگئی تھی اور وہ لوگ کوشش کر رہے تھے۔ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی وہ لوگ دُعا کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے حاجی (امداد اللہ) کو بیٹھنے کی تکلیف ہے یہاں ان کے لئے ایک سہ دری بنا دو، میں دُعا کروں گا۔ انہوں نے سہ دری بنانے کا وعدہ کر لیا، اور وہ مقدمہ الہ آباد میں جا کر موافق ہوگیا، جس کی اطلاع ایک خاص خط سے ہوئی۔ انہوں نے حضرت میاں جیو سے تذکرہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ وعدہ بھی یاد ہے؟ انہوں نے کہا حضرت پہلی سہ دری بنا لے

کی تو قوت نہیں آدھی بنا دیں گے ۔" حضرت نے فرمایا بہت اچھا آدھی سہی " پھر الہ آباد سے باضابطہ حکم آیا کہ تمہاری بات تو معاف نہیں تمہارے بعد پھر ضبط ۔ پھر انہوں نے حضرت سے آکر عرض کی ، حضرت نے فرمایا کہ تمہیں نے تو آدھا کیا ہے ، میں کیا کروں " ؟

(ارواح ثلاثہ)

اس حکایت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ تمام تر کارروائی میں حضرت میاں جیو کا تصرف کارفرما ہے ۔ انہوں نے پوری سہ دری بنا دینے کا وعدہ کر لیا تو پورا فیصلہ ان کے حق میں ہو گیا ۔ فیصلے کے بعد ان کی نیت بدلی تو فیصلہ بھی بدل گیا ۔

حلِ مشکلات کیلئے اولیاء اللہ کو پکارنا

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں " ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی ، میں نے حطیم (کعبۃ اللہ کے ایک حصے) میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو " ؟

یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی ، میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا ۔ اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی ۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا " (امداد المشتاق)

قارئین ۔ حاجی صاحب کوئی جاہل متصوف نہیں تھے بلکہ " سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں " (تذکرۃ الرشید ، امداد المشتاق) کتاب امداد المشتاق کے مؤلف مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-

" ایک شخص نے رأس الاذکیا مولوی محمد قاسم نانوتوی سے پوچھا کہ حضرت مخدوم عالم حاجی امداد اللہ صاحب عالم بھی ہیں ؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ عالم ہونا کیا معنے ، اللہ نے ان کی ذاتِ پاک کو عالم گر فرمایا ہے " (امداد المشتاق ص۲)

یعنی حاجی صاحب عالم بنانے والے ہیں ۔ لیکن بایں ہمہ علم و فضل آپ نے بیت اللہ

میں کھڑے ہو کر بھی براہ راست حلِ مشکل کے لئے اللہ تعالٰی کو نہ پکارا بلکہ اولیاء اللہ سے غائبانہ ذکر کرکے حلِ مشکل کی درخواست کی اور ان کی حل مشکل ایک ولی اللہ کی امداد سے ہو بھی گئی۔ لیکن تعجب ہے کہ ان پر کسی وہابی مولوی نے مشرک ہونے کا فتویٰ آج تک نہیں لگایا۔؟ قارئین ہر قسم کے تعصّب و جانبداری کو بالائے طاق رکھ کر سوچیں اور سوچ کر فیصلہ کریں۔ اپنے مشائخ و علماء کے بارے میں تو ان کا رویّہ یہ ہے لیکن

اس کے برعکس دوسرے مسلمانوں کیلئے انکا رویّہ یہ ہے

"یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے، اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور و نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں۔" "اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔" "پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو پکارتا ہے کہ وہ اس کو اللہ کے نزدیک کر دیں سو یہ نہیں سمجھتا ہے کہ پیر و پیغمبر تو اس سے دور ہیں اور اللہ نہایت نزدیک۔ سو ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی اپنے بادشاہ کے پاس جا کر بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اسی کی عرض سننے کو متوجہ ہے۔ پھر وہ دیہاتی کسی امیر وزیر کو کہیں دور سے پکارے کہ تو میری طرف سے فلانی بات بادشاہ کے حضور میں عرض کر دے، سو وہ یا اندھا ہے یا دیوانہ۔ نیز فرمایا کہ مراد اللہ ہی سے مانگئے اور ہر مشکل میں اسی کی مدد چاہیئے۔"

"مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرتِ تصرّف کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔"

(تقویۃ الایمان)

قوی تصرف - حاظر و ناظر - تصورِ شیخ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے فرمایا "میرے حضرت یعنی میاں جیو صاحب باوجود اخفائے احوال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب داماد مولانا مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصورِ شیخ کی اجازت دیجئے تاکہ تصورِ شیخ کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصورِ شیخ کرن کرتا ہے البتہ محبت سے تصورِ شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے "حضرت کے اس فرمانے کیلئے تصورِ شیخ اُن پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورتِ شیخ کی نظر آتی تھی، چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورتِ شیخ کی سامنے کھڑی ہے۔ جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورتِ شیخ موجود ہے۔ نماز میں سجدہ کی جگہ صورتِ شیخ دیکھ کر نماز توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی بھی مشکل ہو گئی ہے کس کی نماز پڑھیں "حضرت کی ادنیٰ توجہ سے یہ حالت پیدا ہوئی تھی، جاتی رہی اور دوسری حالت ہو گئی۔ (امداد المشتاق ص۱۲۲ ملفوظ ۲۷۹)

صاحبِ قبر سے فریاد و حاجت روائی

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں "میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا، بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت! میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے "حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا "ایک مرتبہ میں زیارتِ مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا، اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفۂ مقررہ پائیں قبر سے ملا کرتا ہے "(امداد المشتاق ص۱۲۳)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے فرمایا کہ میں نے ایک بار حضرت پیر و مرشد کی شان میں ایک مخمس کہا جبکہ مجھ میں تاب سنانے کی نہ تھی کسی اور کی معرفت حضرت کو سنوایا۔ آپ نے فرمایا کہ

خدا و رسول کی صفت و ثنا بیان کرنا چاہیے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی۔ تیسرے روز حضرت نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے تم کو شرع رنگ کا جوڑا عنایت کیا ہے۔ گویا وہ خلعت صلہ اس مخمس کا تھا۔ اس مخمس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا　　ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفٰے
تم مددگار ہو مدد امداد کو پھر خوف کیا　　عشق کی پرسش کے باعث کانپتے ہیں دست و پا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

جام الفت سے ترے میں ہا نہیں اک گھونٹ نوش　　سینکڑوں پر تیرے مدہوش ہیں یا مے فروش
دل میں ہے اک صبر اک ناتواں وحشت کا جوش　　ہائے پھر کیونکر اٹھے میں جب آیا مجھ کو ہوش

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا　　تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا　　آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا　　(امداد المشتاق)

اس کے تحت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی حاشیہ میں لکھتے ہیں "یعنی جب منشاء اس مدح کا آپ کا تعلق خدا و رسول کے ساتھ ہے تو آپ کی مدح خدا و رسول ہی کی مدح ہے"

اس کے برعکس خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا یہ فتویٰ ہے

سوال۔ اشعار اس مضمون کے پڑھنے ؎

یا رسول کبریا فریاد ہے　　یا محمد مصطفٰے فریاد ہے
کر مدد ہر خدا حضرت محمد مصطفٰے　　میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے۔ کیسے ہیں"؟

الجواب۔ ایسے الفاظ پڑھنے محبت سے اور خلوت میں با یں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں اور العقیدۃ

عالم الغیب اور فریاد رس ہونے کے شرک ہیں؟" (فتاویٰ رشیدیہ)

ان مشرک گروں سے پوچھا جائے کہ اگر آپ کے پیر و مرشد اپنے شیخ سے فریاد کریں اور مدد کے لئے اسے پکاریں۔ یہاں تک کہ اپنے ساتھ سینکڑوں پیر بھائیوں کو بھی استمداد میں شریک کرتے ہوئے مدد کو اپنے شیخ نور محمد جھنجھانوی کی ذات میں منحصر کردیں، دنیا و آخرت میں شیخ ہی کا آسرا رکھیں اور یہ دعوےٰ کریں کہ ؎

تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا ۔ بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا ۔ اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا"!

یعنی اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں چاہوں گا تو تم میں سے کسی کی بھی توحید میں فرق کیوں نہیں آتا اور انہیں کیوں گزشتہ ہوئے ہوئے مشائخ کے ہاتھوں خلعت سے نوازا جاتا ہے۔؟ لیکن سید الکونین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اگر کوئی مصیبت زدہ مدد مانگ لے تو تمہارے سینوں پر سانپ کیوں لوٹ جاتے ہیں؟ اور تمہاری رگ وہابیت کیوں پھڑک اٹھتی ہے کہ اسے فوراً مشرک بنا ڈالتے ہو"؟ کیا تمہارے مرشد نے وہ مخمس بغیر کسی خیال کے ہی لکھا تھا۔ اور کیا خلوت میں بیٹھ کر اس کے اشعار بے خیالی میں گنگنائے تھے۔ کیا مرتب کتاب نے محض بے خیالی کے ساتھ ہی یہ مخمس سنائے جانے اور اس کے صلہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب کے ہاتھ سے سُرخ رنگ کا جوڑا عنایت کئے جانے پر واقعہ لکھ دیا تھا اور پھر تمہارے حکیم الامت نے بھی اس پر جو حاشیہ چڑھا دیا یہ بھی بے خیالی میں ہی ہوا تھا؟ آخر اس دورنگی چال کا سبب کیا ہے؟ سچ ہے۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

خواجہ معین الدین اجمیری نے وظیفہ مقرر فرمادیا

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے فرمایا "اسی زمانہ میں مراقبے میں میں نے حضرت شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین چشتی کو دیکھا (علیہ الرحمۃ) کہ فرماتے ہیں۔ میں نے تمہارے ہاتھ پر

نہ خلیہ کا صرف دیکھا" یہ سن کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ میں نے اس لئے قدم شریف نہیں پکڑے ہیں اور میں قوتِ تحمل اس خدمت کی بھی نہیں رکھتا ہوں۔ ہاں ایک قطرہ بحار سینہ باسکینہ انوار گنجینہ حضرت والا سے چاہتا ہوں کہ سوائے معارف حضرت حق کے نہیں ہے۔ حضرت خواجہ روح اللہ روحہ نے تسکین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت سے کوئی حاجت ضروریہ وغیرہ تمہاری بند نہ رہے گی۔ جس قدر ضرورت ہوگی بوجہ نیک رفع ہو جائے گی۔" فالحمد للہ کہ اس وقت سے ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ حضرت خواجہ نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا۔ اور نیز اسی دن خدمت اشہر زمان صاحب تمکین و عرفان مولانا سید قطب علی جلال آبادی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بتقریب فاتحہ والدہ ماجدہ حضرت ممدوح گیا تھا۔ حضرت سید صاحب موصوف بکمال عنایت و اخلاق پیش آئے اور فرمایا کہ میں خود آپ کے پاس ارادۂ حاضری رکھتا تھا تاکہ تم کو بشارت پہنچاؤں اور مبارک باد دوں، نسبت اس واقعہ کے جو میں نے دیکھا ہے، یعنی میں نے عالم واقعہ میں تمام اولیاء کو عموماً و حضرت خواجگانِ چشت کو خصوصاً دیکھا ذکر تمہارا تھا۔ ایک صاحب نے ان میں سے تمہاری نسبت فرمایا کہ مصارف ان کے بہت ہیں اور آمدنی اقل قلیل۔ اس کے جواب میں بزرگانِ چشت نے فرمایا (قدس اسرارہم) کہ ہاں ایسا ہی تھا۔ لیکن فی الحال واسطے رفع مایحتاج ہر ان کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا گیا ہے، اب جس قدر کہ حاجت ہوگی عنایت ہوا کرے گا" فالحمد للہ علی نوالہ کہ تب سے رفع ضروریات لاحقہ بلا تردد و تفکر غیب سے ہوتا ہے" (امداد المشتاق ص ۱۱-۱۲)

تعزیراتِ وہابیہ کی رُو سے اس حکایت میں ڈھیروں شرک موجود ہے۔ وفات پائے ہوئے اولیاء اللہ سے ملاقات ان سے گفتگو، علمِ غیب، قدرتِ تصرف، حاجت روائی مشکل کشائی، عالمِ واقعہ میں فوت شدہ اولیاء اللہ کے اجلاس کی کارروائی دیکھنا۔ ان کی باتیں سُننا، غیبی امداد، انتقال فرما چکے ہوئے اولیاء اللہ کو دنیا کے احوال سے باخبر ہونا۔ تقریب فاتحہ میں شرکت کے لئے جانا۔ وغیرہ۔ سب امور جو اس حکایت میں مذکور ہیں مسلکِ وہابیہ میں شرکِ صریح میں داخل ہیں۔ مگر چونکہ ان کے اپنے گھر کا معاملہ ہے اس لئے تمام وہابیہ اس بارے میں مُہر بہ لب اور صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بنے ہوئے ہیں۔

ڈوبتے جہاز کو بچا لیا

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے نفاع بدوی کا قصہ بیان فرمایا کہ اس کو مجھ سے عقیدت و محبت تھی۔ جب مدینہ منورہ کو قافلہ جاتا تھا اوّل وہ میرے احباب کو لیتا تھا۔ بعد میں دوسرے مسافروں کا متلاشی ہوتا تھا اور صاحب وہ دو نیک تھا۔ ایک مرتبہ مجھ کو مدینہ طیبہ لئے جاتا تھا اس نے ایک حُدی شروع کی کہ جس سے مجھ کو حقیقت حُدی کی معلوم ہوئی اور مجھ کو خوب مست کر دیا اور خود بھی مست ہو گیا۔ نفاع کے باہم بدویوں میں ایک دفعہ لڑائی ہوئی اس کے پاؤں میں گولی لگ کر اندر رہ گئی، باوجود دوا علاج کے کئی مہینہ تک اچھا نہ ہوا۔ میرے پاس دعا کو کہلا بھیجا تھوڑے دن بعد وہ آیا اور میرا بہت اعزاز و اکرام کرنے لگا، کبھی دست بوسی کرتا اور کبھی پا بوسی۔ میں نے اس کی بیماری کا حال پوچھا۔ جواب دیا کہ جب مجھ کو حالت یاس کی ہوئی تو آپ کی طرف ملتجی ہوا۔ دیکھا کہ آپ نے میرا پیر پکڑ کر دبایا اور گولی کو باہر پھینک دیا۔ صبح کو گولی خود بخود نکل گئی۔“ میں نے (راوی نے) عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک بار میرے بھتیجے حج کو آتے تھے آگبوٹ (جہاز) تباہی میں آ گیا۔ حالتِ بالیکی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی (امداد اللہ) صاحب اور دوسری طرف حافظ ضامن صاحب (حاجی امداد اللہ صاحب کے فوت شدہ مرشد) آگبوٹ کو شانہ دیئے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح و سالم کنارے پر لگ گیا۔“ فرمایا (حاجی امداد اللہ صاحب نے) مجھ کو کیا معلوم فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجب کہ صحیح ہو، دوسروں کے لباس میں اگر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے۔“ اس کے بعد حاجی صاحب اس کی تصدیق میں اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

• ”بہنگام واپسی از عرب یہ معلوم کر کے بحرِ ہند میں بہت جوش ہے مجھ کو آگبوٹ میں اکثر انتشار رہتا تھا مگر اسی حالت میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگبوٹ کے داہنے بائیں حضرت صاحب قبلہ (حافظ میاں جیو علیہ الرحمۃ) اور حضرت شیخی مولانا محمد ادریس صاحب گرامی منظلہ چلے آ رہے ہیں اور آگبوٹ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ - الحمد لقیدہ صفحہ ۱۳۶

کو بخیر و عافیت کراچی جب وہ پہنچ گئے اور کسی دن طغیانی دریا متلاطم نہیں ہوا۔" (امداد المشتاق ملفوظ ص [illegible])

فریاد و استمداد غائبانہ

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا "خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں، محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا، مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا، آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا" (امداد المشتاق ص [illegible])

قارئین! غور فرمائیں کہ وہابیہ کے گھریلو زندہ و مردہ مشائخ کے حق میں ان کی کتابوں میں کس درجہ علم غیب، قوت تصرف، فریاد رسی وغیرہ امور کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر سنی مسلمان یہ کہہ دے:-

گرداب بلا افتاد کشتی مدد کن یا معین الدین چشتی (قدس سرہ)

تو ان وہابیہ کا توپ خانہ فوراً حرکت میں آجاتا ہے اور شرک و کفر کی شدید گولہ باری ہونے لگتی ہے۔

تصور شیخ، استمداد غائبانہ و تصرف و علم شیخ

حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا "ایک دفعہ میں صحرا میں پھر رہا تھا، ایک جھاڑی میں کچھ آثار آدمی کے معلوم ہوئے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہی مجذوب صاحب ہیں، مجھ کو دیکھ کر بیٹھ گئے، میں بھی بیٹھ گیا۔ پھر کر توجہ جذب کی دینی شروع کی، جب مجھے آثار جذب معلوم ہونے لگے میں نے حضرت پیر و مرشد کا تصور کیا۔ اسی وقت حضرت میرے و ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجذوب صاحب تبسم کرنے لگے، میں نے عرض کیا کہ تمہاری طرح مجھ کو دیوانگی پسند نہیں ہے" (امداد المشتاق ملفوظ ص [illegible])

تصویر کا دوسرا رخ

سوال — تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم ان کا تصور باندھتے

ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہو جاتے ہیں، ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے"؟!

الجواب: "ایسا تصور درست نہیں اس میں اندیشہ شرک کا ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ)

"اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ)

"پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو پکارتا ہے کہ وہ اس کو اللہ کے نزدیک کر دیویں، سو یہ نہیں سمجھتا ہے کہ پیر و پیغمبر تو اس سے دور ہیں اور اللہ نہایت نزدیک، سو ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک رعیتی آدمی اپنے بادشاہ کے پاس اکیلا بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اسی کی عرض سننے کو متوجہ ہے، پھر وہ رعیتی کسی امیر وزیر کو کہیں دور سے پکارے کہ تو میری طرف سے فلانی بات بادشاہ کے حضور میں عرض کر دے، سو وہ احمق ہے یا دیوانہ۔" (تقویۃ الایمان)

"مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس کی بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں، یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے۔" (تقویۃ الایمان)

مار دینا اور زندہ کر دینا

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: "رحمت اللہ کفش دوز نے بیان کیا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ (شاہ ولی اللہ کے تایا ابوالرضا محمد صاحب) مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اور میں ان کے سامنے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کہا: "حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ بعض اوقات کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے تو قوت جذب اللہ شیخ کی گرمی نگاہ سے اس کی روح پھڑک کر جاتی تھی۔ آج کل ہم مشائخ کا شور سنتے ہیں مگر کسی کی قوت باطنی میں یہ تاثیر نہیں دیکھی۔" یہ سن کر حضرت شیخ نے

جوش میں فرمایا کہ بایزید رحمہ اللہ روح تو نکال لیتے تھے مگر جسم میں واپس نہیں لوٹا سکتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے دل کو اپنے قلب اطہر کے زیر سایہ ایسی تربیت اور وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جب چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں۔ اور جب چاہوں اسے واپس لوٹا دوں۔"

عین اسی وقت شیخ نے مجھ پر نظر کر کے میری روح کھینچ لی اور میں زمین پر گر کر مر گیا اور مجھے اس عالم کا کوئی شعور نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک بہت بڑے دریا میں غرق پایا۔ آپ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ"؟ اس نے سوچ کر کہا مردہ ہے۔ فرمایا "اگر تو چاہے تو اسے مردہ چھوڑ دوں اور اگر تو پسند کرے تو اسے زندہ کر دوں"! کہنے لگا "اگر زندہ ہو جائے تو یہ انتہائی رحمت ہو گی۔"

آپ نے مجھ پر دوبارہ نظر ڈالی تو میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرین مجلس حضرت شیخ کی قوتِ حال سے متعجب ہوئے۔ (ترجمہ انفاس العارفین ص ۲۶-۲۷ شائع کردہ المعارف لاہور)

اس حکایت میں تو شرک کی انتہا کر دی گئی ہے۔ دعوے کے تیور دیکھئے "جب چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں اور جب چاہوں اسے واپس لوٹا دوں" اور پھر یہ سب کچھ کر کے دکھا بھی دیا۔ نیز یہ کہ مجھے یہ قوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی ہے"..... **لیکن**

اس کے برعکس پیشوائے وہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" پھر خواہ یوں سمجھئے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھئے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"

"سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" تقویۃ الایمان)

اور اس کے برعکس ان کے شیخ کا دعویٰ بھی دیکھئے "جب چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں اور جب چاہوں اسے

واپس لوٹا دوں، نیز اگر تو چاہے تو اسے مردہ چھوڑ دوں اور اگر پسند کرے تو اسے زندہ کر دوں۔ دراصل اس کی شکر گزاری دیکھئے کر دعا پیر نے آج تک ان پر کوئی نقد نہیں لگایا۔

علمِ غیب، تبدیلیٔ تقدیر، قوّتِ تصرّف

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: "خواجہ محمد سلطان نے ایک گھوڑا لے رکھا تھا جو اس نے حضرتِ والد کو دکھایا۔ آپ نے اسے تنہائی میں بلایا۔ اس وقت یہ فقیر بھی وہاں موجود تھا اور فرمایا کہ گھوڑا اچھا ہے مگر اس کی عمر تھوڑی ہے۔ اس کی ایک بدزبان اور بدعادت بیوی تھی جس سے وہ تنگ آچکا تھا۔ عرض کی کیا ہی اچھا ہو کہ اس عورت کی زندگی گھوڑے کو مل جائے۔" آپ نے متبسم ہو کر فرمایا: "ایسا ہی ہو جائے گا۔" تین مہینے نہ گزرے تھے کہ اس کی بیوی مرگئی اور گھوڑے کو بیچ کر خوب نفع کمایا۔" (ترجمہ انفاس العارفین ص۱۲۳ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

تصویر کا دوسرا رُخ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر کو بدل ڈالیں۔ جس کی تقدیر میں اولاد نہیں اس کو اولاد دے دیں۔ جس کی عمر تمام ہو چکی ہو اس کی عمر بڑھا دیں سو یہ بات کچھ صحیح نہیں ...... تقدیر سے باہر کوئی کام دنیا میں نہیں ہو سکتا اور کچھ کام کرنے کی کسی کو کچھ قدرت نہیں۔ ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اس کی جناب میں دعا کرے کچھ اور طاقت نہیں رکھتا۔ پھر وہ مالک مختار ہے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے چاہے اپنی حکمت کی راہ سے قبول نہ کرے۔ (تقویۃ الایمان)

لیکن مذکورۃ الصدر حکایت میں ہے کہ خواجہ محمد سلطان نے عرض کی کیا ہی اچھا ہو کہ اس عورت کی زندگی گھوڑے کو مل جائے، آپ نے متبسم ہو کر فرمایا: "ایسا ہی ہو جائے گا۔" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کو اپنے تصرف پر اس قدر اعتقاد ہے کہ بلا لیت و پیش کہہ دیا: "ایسا ہی ہو جائے گا۔" نہ ذکر دعا نہ ضرورتِ استثناء۔ اور پھر واقعۃً ویسا ہو بھی گیا۔ اثباتِ تصرف کے علاوہ ان کے

حق میں اثباتِ وسعت علمِ غیب کا یہ عالم ہے کہ ان کو جانوروں کی عمر کا علم بھی ہوتا اور انسانوں کی عمر کا علم بھی تو تعجب کی بات ہے کہ اس کے باوجود کسی وہابی کے عقیدۂ توحید پر کچھ آنچ آئی نہ ان کے دین و ایمان میں کچھ خلل واقع ہوتا ہے۔

ابتدائے دنیا سے تا قیامت کا علم کلی

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں "حضرت ایشاں میفرمودند کہ روزے وقتِ عصر در مراقبہ بودم غیبتے واقع شد و آں وقت را وسیع کردند بمقدار لعین الف الف عام ودراں مدت ہر کسے را کہ از ابتداء خلقت پیدا شدہ بود تا یوم القیامت مترد احوال و افعال ہر یک ظاہر نمودند" طرح کا تب حروف آنست کہ در ذیلِ کلمات فرمودند کہ حروف لا الہ الا اللہ را مسافت چندیں ہزار سال بود واللہ اعلم" (انفاس العارفین ط۳)

والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ غیبت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میرے لئے اس وقت کو چار کروڑ سال کے برابر وسیع کر دیا گیا۔ اور اس وقت میں آغازِ آفرینش سے روزِ قیامت تک پیدا ہونے والوں کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔ راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے واللہ اعلم۔ شاہ ولی صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب کی اس وسعتِ علمِ غیب پر تا حال کسی وہابی نے ناک بھوں تک نہیں چڑھائی۔ بلکہ آمنّا وصدّقنا کا عالم ہے۔

اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق

وہابیہ کا عقیدہ یہ ہے خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے "غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ عالم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا

ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخرِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟ اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ"
(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱-۵۲)

رشید احمد گنگوہی کا فتوےٰ "اثباتِ علمِ غیب غیرِ حق تعالےٰ کو شرک صریح ہے"

"علمِ غیب خاصہ حق تعالےٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں"

اشرف علی تھانوی کا ارشاد "بہت امور میں آپ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا اور فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے، قضیہ افک میں آپ کی تفتیش واستکشاف بالغ وغیرہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا" (حفظ الایمان)

قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں "رسول اور اُمّتِ رسول اس حد تک مشترک ہیں کہ دونوں کو علمِ غیب نہیں ہے"
(فاران توحید نمبر ص۱۱۴) "کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر علم کی تقسیم یوں نہ ہوگی کہ اللہ کا ذاتی علم رسولوں کے لئے علم عطائی یعنی ذاتی فرق کے ساتھ دونوں برابر ہے گویا ایک حقیقی خدا ایک مجازی خدا (فاران توحید نمبر ص۱۲)

رشید احمد گنگوہی کا فتوےٰ "جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علمِ غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے ...... وہ بیشک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت و مودّت سب حرام ہے" "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے وہ سادات حنفیہ (ائمہ احناف) کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

شعر ببیں تفاوتِ رہ از کجا ست تا بکجا

ہمہ وقت روشن ضمیری

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں "سننے میں آیا ہے کہ آپ کا (والدِ ماجد کا) ایک خادم کسی بُری عادت میں مبتلا تھا۔ آپ نے اُسے کئی بار اشاروں کنایوں میں تنبیہ فرمائی۔ مگر وہ پھر بھی نہ چونکا اور نہ ہی اس عادتِ بد سے باز آیا۔ بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا "تجھے بارہا اشاروں کناروں سے سمجھایا مگر تو نے کوئی پرواہ نہ کی، شاید تو سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں۔ قسم بخدا اگر زمین کے نچلے طبق میں بسنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں تو ان میں سے ننانوے خیالات کو میں جانتا ہوں اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس کے سو کے سو خیالات سے باخبر ہے، یہ سن کر خادم نے اپنی برائی سے توبہ کی۔" (انفاس العارفین اردو ص۲۰)

عرس و نیاز

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں "حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ اتفاقاً خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں طعام پکا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی نیاز دلوا سکتا۔ لہٰذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوا دی۔ اسی رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع و اقسام کے طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کئے جا رہے ہیں، اسی دوران وہ (قند دگڑ) اور چنے بھی پیش کئے گئے۔ انتہائی خوشی اور مسرت سے آپ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا۔ اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرما دیا۔ کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ اس قسم کا قصہ اگلے بزرگوں سے بھی روایت کیا جاتا ہے۔ مگر یہ قصہ بلاشبہ حضرت والد ماجد کا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ توارد ہو گیا ہو۔"
(انفاس العارفین ص۱۰۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیمار پرسی کی شفاء کی خوشخبری دی اور موئے مبارک عطا فرمائے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: میں نے جناب والد سے سنا کہ وہ بیمار ہو گئے تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا کیف حالک یا بُنَیّ یعنی بیٹا تیرا کیا حال ہے۔ پھر شفا کی خوشخبری دی، اور دو تار موئے مبارک ریش مکرم کے عنایت کئے، اسی وقت وہ تندرست ہو گئے اور دونوں تار موئے مبارک جب جاگے تو موجود تھے ان میں سے ایک مجھے دیا وہ میرے پاس موجود ہے۔ (در ثمین)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روٹی عنایت فرمائی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بیان ہے: مجھ سے فرمایا جناب والد نے کہ میں نے ابتدا طلب میں ارادہ کیا ہمیشہ روزہ رکھنے کا پھر تردد ہوا اس میں کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے، تو میں نے توجہ کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے، میں نے آپکو خواب میں دیکھا کہ گویا مجھے روٹی عنایت کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، الہدایا مشترک "یعنی تحفہ میں اور بھی شریک ہیں" میں ان کے روبرو رکھ گیا انہوں نے اس میں سے ایک ٹکڑا لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الہدایا مشترک" میں ان کے سامنے رکھ کر حاضر ہوا۔ انہوں نے بھی ایک ٹکڑا اسمیں سے لے لیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا الہدایا مشترک" پھر میں نے کہا کہ اگر روٹی تم نے آپس میں تقسیم کر لی تو اس فقیر کے پاس کیا رہے گا۔ تو خاموش ہو گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ (در ثمین)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لذیذ کھانا اور ٹھنڈا پانی عنایت فرمایا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: جناب والد صاحب نے بیان کیا کہ ماہ رمضان شریف میں کہیں جانے کو سوار ہوا تو گرمی و تکلیف مجھے بہت ہوئی۔ میں سو گیا۔ اس حال میں تو زیارت ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ آپ نے کھانا لذیذ

عنایت کیا کہ چانول اور قند اور گھی سے تیار میٹھا تھا وہ کھایا اور میٹھا اور پانی سرد عطا فرمایا اُسے پیا تشنگی دفع ہوئی۔ پھر جب جاگا تو زردی ٹک تھی زیرپا ہیں اور ہاتھوں سے زعفران کی خوشبو بھی آتی تھی" (دار الثمین)

نزع کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تسکین دی

دیوبندی وہابیہ کے مفتی اعظم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ تو کاہے کا فکر کرتا ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری" پھر اُن کو اطمینان ہو گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی جیسے ہی صاحب فضل و کمال ہوئے ظاہر ہے" (حکایات اولیاء۔ مرتبہ اشرف علی تھانوی)

مندرجہ بالا چھ حکایات میں جن امور کا اثبات ہے مسلمانانِ اہل سنت وجماعت بھی یہی کچھ کہتے اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن وہابیہ کی سینہ زوری کی داد دیجئے کہ خود تو کہتے مومن رہتے ہیں۔ لیکن مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو بدعتی و مشرک قرار دے کر شب و روز ان کی مذمت کرتے نہیں تھکتے۔

کشفِ قبور کا طریقہ۔ طوافِ قبور کی تعلیم

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "یہ ذکر کشف قبور، جان کر ذکر کشفِ قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے دوگانہ ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے۔ اگر سورۂ فتح یاد ہو پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری میں سورۂ اخلاص اور نہیں تو ہر رکعت میں پانچ پانچ بار اخلاص پڑھے اور پھر قبلہ کی طرف بیٹھ کر کے بیٹھے اور ایک بار آیۃ الکرسی اور بعضی سورتیں جو زیارت کے وقت پڑھتے ہیں۔ جیسے سورہ ملک اور اس کے سوا بعدہٗ قل کہے، الحمد فاتحہ

کے گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعدہٗ سات دفعہ طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے اور پھر پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے اور کہے یا رب اکیس دفعہ بعدہٗ اوّل طرف آسمان کے کہے۔ یا روح اور دل میں ضرب کرے یا روح الروح۔ جب تک کہ انشراح پائے یہ ورد کرے انشاء اللہ تعالےٰ کشفِ قبور و کشفِ ارواح حاصل ہو گا۔" (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص۱۳۱)

اہلِ قبور سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ

سوال:- ہم لوگ مولانا محمد اسمٰعیل قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا مزار میرے موضع میں ہے، اکثر ان کے مزار پر جاکر فاتحہ پڑھ آیا کرتا ہوں۔ بزرگوں سے سنتا ہوں کہ کاملین میں سے تھے۔ علاوہ ایصالِ ثواب کے اور بھی کوئی ذریعہ ایسا ہے جس سے ان کا فیض مجھ تک پہنچے۔؟ اس صورت میں کہ ایسا عمل کرنے سے میرے باطنی حالات پر کسی قسم کا نقصان نہ واقع ہو۔ کیونکہ جناب والا کی اکثر تصانیف میں اس ناکارہ نے دیکھا ہے کہ بزرگانِ دین کی قبور سے بھی فیض حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے بھی یہ خواہش ہوئی ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی جواب میں فرماتے ہیں:- "فاتحہ کا ثواب پہنچا کر مزار کے پاس آنکھیں بند کر کے یہ تصور کر کے بیٹھ جائیں کہ میرا قلب ان کے قلب سے متصل اور اس سے میرے قلب میں نور آرہا ہے۔"

سوال:- اہل اللہ کی قبر سے استفاضہ حاصل کرنے کا بطور صوفیہ کیا طریقہ ہے اور ان کے مزار پر حسن اتفاق سے اگر کبھی جانا ہو گیا تو کیا کرنا چاہیئے ہے تاکہ ان کے فیضانِ روحانی سے طالب مستفیض ہو۔"

جواب:- اوّل کچھ پڑھ کر بخشے پھر آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ

سے متصل ہو گئی اور اس سے احوالِ خاصہ منتقل ہو کر پہنچ رہے ہیں"! (تربیت السالک صفحہ ۱۴۹)

مسلمان اہلسنّت کو پیر پرست، قبر پرست اور قبوری کہنے والے براہِ کرم اپنے گھر کی خبر لیں۔ اور اپنے بزرگوں کے بارے میں بھی کچھ فرمائیں۔ کیونکہ ؎

این گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ

"جو استعانت و استمداد بہ اعتقادِ علم و قدرتِ مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو بہ اعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستمد منہ (جس سے امداد طلب کی جا رہی ہے) حی (زندہ) ہو یا میّت (امداد الفتاویٰ کتاب العقائد و الکلام صفحہ ۹۹)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی کا عمل

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اپنے مرشد کی وفات کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

"حضرت نے فرمایا کہ تم مجرد تھے اور حافظ ضامن و مولوی شیخ محمد صاحب عیالدار میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا مشیتِ باری سے چارہ نہیں ہے عمر نے وفا نہ کی۔ جب حضرت نے یہ کلمہ فرمایا میں بچّی سیانہ کی پکڑ کر رونے لگا حضرت نے تسلّی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا" فرمایا حاجی صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اٹھایا تھا" (امداد المشتاق صفحہ ۱۲۱)

علمِ غیب، حیاتِ اولیاء

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں۔ جہاں میرے حضرت پیر و مرشد کا مزار ہے

وہاں ایک احاطہ امام سید محمود صاحب کا مشہور ہے اور اس احاطہ میں کسی نئی قبر کا حکم نہ تھا۔ آپ وہاں اکثر جایا کرتے تھے اور دیر تک مشغول رہا کرتے تھے۔ انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ اگر ممکن ہو مجھے اسی جگہ جہاں میں اکثر جایا کرتا ہوں دفن کرنا۔ وہاں سے مجھے بوئے انس آتی ہے۔ الحاصل وہاں کے مجاوروں کو کچھ دے کر آپ کا مزار وہاں بنایا گیا۔ لیکن مجاوروں میں باہم تکرار ہوئی کہ اس قبر کس نے بنوائی اور سر بازار نزاع ہوئی، اسی حالت تکرار میں ایک آدمی کو کچھ غنودگی سی طاری ہوئی، دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد سید محمود صاحب فصیل احاطہ پہ کھڑے ہیں اور حضرت اپنا ہاتھ سید صاحب کے ہاتھ سے چھڑا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے بعض مجاور ناراض ہیں اب ہم یہاں نہ رہیں گے۔ لیکن سید محمود صاحب نہیں چھوڑتے اور فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک ہی تو یار غار ملا ہے ہم کیسے چھوڑیں گے اور اس منکر کو بہت لعن کیا، جب وہ خواب سے بیدار ہوا تمام واقعہ بیان کیا اور اپنے انکار سے باز آیا اور یہ کیفیت عام طور سے مشہور ہو گئی اور جنہوں نے بابت دفن کے روپیہ لیا تھا منت و سماجت واپس کیا۔" (امداد المشتاق ملفوظ صہ ۲۹)

موت کے بعد گھر آنا مٹھائی لانا، کلام کرنا اور غیب کی بات جاننا

اشرف علی تھانوی کا سوانح نگار، مولوی اشرف علی تھانوی کے پردادا "محمد فرید" کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے "کسی بارات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آ کر بارات پہ حملہ کیا، ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے۔ انہوں نے ڈاکوؤں پہ دلیرانہ تیر برسانا شروع کئے، چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر سے بے سروسامانی تھی یہ مقابلے میں شہید ہو گئے۔ شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے۔ اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا "اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روزانہ آیا کریں گے۔"

لیکن ان کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں گے، اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ

خاندان میں مشہور ہے۔" (اشرف السوانح صہ ۱۲ ج ۱)

مرتے ہوئے محمد زید کو غائبانہ علم ہوگیا کہ میری اہلیہ نے یہ بات ظاہر کردی اولاً آنا جانا موقوف کردیا۔

مُردوں کا بجسم عنصری آنا، بیداری میں ملاقات و گفت گو کرنا

مولوی اشرف علی تھانوی کا بیان ہے کہ "مولانا اسمٰعیل دہلوی کے قافلے میں ایک شخص شہید ہوگئے جن کا نام بیدار بخت تھا۔ یہ محلہ دیوبند کے رہنے والے تھے ان کی شہادت کی خبر آچکی ہے۔ ان کے والد حشمت علی خاں صاحب حسب معمول دیوبند میں اپنے گھر میں ایک رات تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ انھوں نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے بیٹے بیدار بخت ہیں، بہت حیرانگی ہوئی کہ یہ تو بالاکوٹ میں شہید ہوگئے تھے یہاں کیسے آگئے؟ بیدار بخت نے کہا "جلدی کوئی دری وغیرہ بچھائیے حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب اور سید (احمد) صاحب یہاں تشریف لارہے ہیں۔" حشمت خاں نے فوراً ایک بڑی چٹائی بچھادی۔ اتنے میں سید صاحب اور مولانا شہید اور چند دوسرے رفقاء بھی آگئے۔ حشمت خاں صاحب نے محبت پدری کی وجہ سے سوال کیا: "تمہارے کہاں تلوار لگی تھی؟" بیدار بخت نے سر سے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے باپ کو دکھایا کہ یہاں تلوار لگی تھی۔" حشمت خاں نے کہا "یہ ڈھاٹا پھر سے باندھ لو مجھ سے یہ نظارہ دیکھا نہیں جاتا۔" تھوڑی دیر بعد یہ تمام حضرات واپس تشریف لے گئے۔ صبح کو حشمت خاں کو یہ شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہیں تھا۔ مگر چٹائی کو بغور سے دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے۔ یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے اس کے والد نے دیکھے تھے۔ ان قطروں کو دیکھ کر حشمت خاں سمجھ گئے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے خواب نہیں۔ آخیر میں چند راویوں کے نام گنا فرماتے ہیں کہ اس حکایت کے اور بھی بہت معتبر راوی ہیں۔"

(ملفوظاتِ مولانا اشرف علی تھانوی ص۹۴ مطبوعہ پاکستان، بحوالہ ہفت روزہ چٹان ۲۴ ر دسمبر ۱۹۶۲ء)

بالاکوٹ کے میدان میں شہید ہونے والوں کی شہادت کی حقیقت کیا ہے۔ یہ لوگ شہیدانِ اسلام ہیں یا شہیدانِ فرنگ؟ فقیر کی تالیف "مکمل تاریخ وہابیہ" میں اس کا جواب موجود ہے۔ تاہم آپ یہ دیکھیں کہ وہابیہ کے مُردے عالمِ برزخ سے عالم دنیا میں اور عالم دنیا سے عالم برزخ میں کس طرح آتے جاتے اور آزادانہ سیر سپاٹے کرتے ہیں۔ اور پھر وہ بھی خواب میں نہیں۔ بلکہ لوگوں کو بیداری میں ملتے ہیں۔ مزید کمال کی بات یہ کہ اصلی جسم عنصری کے ساتھ۔ یہاں تک کہ جاتے جاتے اپنی حقیقی آمد کے ثبوت میں واضح نشانات بھی چھوڑ جاتے ہیں۔ بالکل زندوں کی طرح بات چیت کرتے ہیں۔ ان کے مرے ہوئے مشائخ اپنی قبروں سے فیوض و برکات بھی تقسیم فرماتے ہیں۔ آپس میں کشمکش اور کھینچا تانی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور منکرین کو لعن طعن تک کر کے اپنی ولایت کا سکہ جمادیتے ہیں۔ قبروں میں مدفون ہونے کے باوجود زندہ حالت میں قبروں سے نکل کر بازار سے مٹھائیاں لے کر اپنی بیویوں کو پہنچاتے ہیں اور پھر انہیں اس قدر اختیار بھی حاصل ہوتا ہے کہ اسی طرح روزانہ آنے مٹھائیاں کھلانے کا وعدہ تک فرماتے ہیں۔ اس شرط پر کہ ان کی اس قدرت تصرّف کو صیغۂ راز میں رکھا جائے۔ ان کی آمدورفت کا اظہار نہ ہو۔ لیکن جب ان کے گھر والے ان کی خفیہ آمد کا ذکر کر دیں تو ان کو عالمِ برزخ میں رہتے ہوئے قبروں میں پڑے پڑے دنیا والوں کی گفت گو اور بات چیت کا فوراً علم ہو جاتا ہے۔ اور تمام باتیں سن کر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور آنا جانا فوراً ترک کر دیتے ہیں۔ الامان والحفیظ۔

ان تمام شرک سامانیوں کے باوجود وہابی صاحبان کا۔

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے   نہ توحید میں ان کی کچھ فرق آئے

اس کے برعکس تعزیرات وہابیہ کے تیور دیکھئے

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوےٰ ۔ اثبات علم غیب غیر حق تعالےٰ کو شرک صریح ہے ۔" (فتاوٰی رشیدیہ)

"جب انبیاء علیہم السلام کو بھی علم غیب نہیں ہوتا ۔ تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا"
(فتاوٰی رشیدیہ)

" اور عقیدہ رکھنا کہ آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے ۔" (فتاوٰی رشیدیہ)

مولوی اشرف تھانوی کا فتوےٰ، کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ہر وقت خبر رہتی ہے (کفر و شرک ہے) (بہشتی زیور ص۳۷ ج ۱)

امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر"؟ (تقویۃ الایمان)

"اور قدرتِ تصرّف کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء و انبیاءؑ میں اور جنّ و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں ۔ یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا ۔ خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں و شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے" (تقویۃ الایمان)

اور پھر اس کے برعکس

وہابیہ کے مشائخ کیلئے علم غیب و تصرّف کا اثبات

دیوبندیوں کے شیخ الحدیث مولوی اصغر حسین صاحب مولوی محمود الحسن صاحب کے متعلق لکھتے ہیں ۔

"۱۳۳۲ ہجری کے آخیر میں 'دیوبند' میں شدید طاعون ہوا ۔ چند طلبہ بھی مبتلا ہوئے ایک فارغ التحصیل طالب علم محمد صالح ولایتی جو صبح و شام میں سندِ فراغت لے کر رخصت ہونے

والے تھے اس مرض میں مبتلا ہوئے اور حالت آخری ہوگئی۔ وفات سے کسی قدر پہلے انہوں نے ایسی گفتگو شروع کی کہ گویا شیطان سے مناظرہ کر رہے ہیں۔ اس کے دلائل کو توڑتے، اپنے استدلال پیش کرتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے مناظرہ میں شیطان کو کتابی شکست دے دی۔ پھر کہنے لگے افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے یہ کہتے کہتے دفعۃً بول اُٹھے کہ واہ واہ سبحان اللہ دیکھو میرے استاد حضرت مولانا محمود حسن صاحب تشریف لائے دیکھو وہ شیطان بھاگا۔ ارے خبیث کہاں جاتا ہے؟ ایک ساعت کے بعد طالب علم کا انتقال ہوگیا۔ حضرت مولانا اس وقت وہاں موجود نہ تھے مگر روحانی تصرف سے امداد فرمائی۔"

(حیاتِ شیخ الہند ص۱۶۹)

مولوی محمود حسن کو فاتہا دعلم ہوگیا کہ میرا فلاں شاگرد اسوقت مدرسہ دیوبند میں قریب المرگ ہے شیطان اسے پریشان کر رہا ہے۔ پھر وہ دوڑ دوانسے بجلی کی سی تیزی سے آناً فاناً وہاں آموجود ہوئے اور قوتِ تصرف کو بروئے کار لاکر اپنے شاگرد کی امداد فرمائی۔

لبوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست ؟!

اسماعیل دہلوی کی حیرت انگیز کرامت

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ سید احمد رائے بریلوی قافلے کے ہمراہ حج کے لئے بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ ہوا ناموافق ہوگئی۔ اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان بھی اسی جہاز میں سوار تھا۔ جہاز میں پانی بالکل ختم ہوگیا۔ سب لوگ نہایت پریشان ہوگئے مسافروں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ اسماعیل دہلوی کی نحوست سے ہی یہ مصیبت پیش آئی ہے۔ جب یہ بات عام ہوئی تو مولوی وجیہہ الدین اور چند دوسرے ساتھی لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کو مولانا شہید کی عظمت وشان سے آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہو۔ تم کو چاہئے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے معافی چاہو، اور ان سے دعا کی درخواست کرو۔ چنانچہ وہ

سب لوگ آ گئے اور سب نے مولانا سے دعا کی درخواست کی، مولانا نے فرمایا: "کہ تم سب دعا کرو میں بھی دعا کروں گا، مگر میری دعا تو مٹھائی کے بغیر چکتی نہیں"! اس پر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہاز کے لوگوں کو مستقلی حلوا کھلاؤں گا اس کی مقدار مجھے یاد نہیں رہی، گمان غالب یاد ہے کہ کسی پاؤ بھر سے زیادہ تھا۔ اس پر آپ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر دعا کی۔ جس کا اثر اسی وقت ظاہر ہوا۔ اور ایک چشمہ شیریں پانی کا جو لمبا تو لاکھ چوڑائی میں دو بڑی چار پائیوں کے برابر ہوگا۔ بہتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا، مولانا نے اس کو دیکھ کر فرمایا: "اس پانی کو تو دیکھو کیسا ہے"؟ لوگوں نے جو چکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا اس پر سب لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور جہاز والوں نے اپنے ظروف خوب بھر لئے جب سب بھر چکے تو وہ پانی غائب ہو گیا اور اس کے بعد لوگوں نے ہوا کی موافقت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ پھر آپ نے وہی فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی شریک ہو جاؤں گا۔ مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چکتی" اس پر کسی امیر نے کچھ وعدہ کیا ہو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس پر سب لوگوں کے ساتھ مل کر موافقتِ ہوا کی دعا کی۔ اور ہوا موافق ہو گئی۔ جہاز کا لنگر کھول دیا گیا اور جتنے دنوں میں ابھی ہوا کی حالت میں جہاز جدہ پہنچا تھا اس سے نصف دنوں میں ہمارا جہاز جدہ پہنچ گیا"۔ (ارواحِ ثلاثہ ص ۱۹)

یہ وہی اسماعیل دہلوی ہے جو انبیاء و اولیاء کی خداداد فضیلتوں کا منکر ہے، افسوس صد افسوس محبوبانِ خدا اور جن و شیطان اور بھوت پریت میں کوئی فرق نہیں رکھتا یہاں تک کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علومِ غیبیہ اور تصرفات کی بھی تردید کرتا ہے۔ چنانچہ

اسمٰعیل دہلوی بڑے طمطراق سے لکھتا ہے

اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جنّ و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں"!

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے

ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔" ان باتوں میں سب بڑے چھوٹے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔" اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

"دوسرے یہ کہ ہمارا صاحب خالق اللہ ہے اور اسی نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔" یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے! سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں؟ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"یعنی انسان آپس میں جو سب بھائی ہیں جو بڑا ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے، اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اسی کی چاہیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء و امام و امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔" (تقویۃ الایمان)

لیکن اس کے برعکس

مذکرۃ الصدر حکایت میں خود اسماعیل دہلوی کی وہ شان ظاہر کی گئی ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں۔ اسماعیل دہلوی کے بارے میں بدظنی رکھنے کے سبب بلاء و مصیبت آئی سو انہوں نے مشورہ دیا کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے معافی چاہو اور ان سے دعا کی درخواست کرو۔ لوگ سب ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ معافی مانگی اور ان سے دعا کی درخواست کی تو انہوں نے کہا تم سب دعا کرو میں بھی دعا کروں گا۔"

واضح رہے کہ ان کا یہ کہنا برائے وضع بیت اور بطور بھرتی کے ہے۔ اصل حقیقت

اس کے فقرے میں پنہاں ہے۔ "مگر میری دعا تو مٹھائی کے بغیر نہیں چکتی"! یعنی دُعا تو میری ہی کارگر ہے۔ اسماعیل دہلوی کو اپنی مقبولیت پر اس قدر اعتماد اور ناز ہے کہ پورے شوق کے ساتھ کہتا ہے۔ مٹھائی کھلانے کا وعدہ کرو تو میں دعا کروں اور تم بس سے یہ مصیبت ٹل جائے اور تمہاری حاجت پوری ہو سکے۔ پھر جب ایک شخص نے مستقل حلوہ کھلانے کا وعدہ کر لیا تو اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اللہ تعالےٰ کو بھی صرف اسی بات کا انتظار تھا کہ کب اسماعیل دہلوی ہاتھ اٹھائے تو میں اس کی بات پوری کر دوں۔ چنانچہ اس کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ سمندر میں ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ پیدا ہو گیا۔ اور دوڑتا ہوا اسماعیل دہلوی کے حضور حاضر ہو گیا۔ اسماعیل دہلوی کو فوراً علم ہو گیا کہ ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ دست بستہ حاضر حضور ہے۔ اس نے لوگوں کو اس چشمہ کی خبر دی۔ تمام مسافروں اور جہاز کے عملے نے جب تک اپنے اپنے برتن بھر نہ لئے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں وہ چشمہ برقرار رہا۔ جب سب نے حسبِ ضرورت پانی بھر لیا تو اسی دم وہ چشمہ بھی غائب ہو گیا۔!

پھر موافقت ہوا کے لئے دعا مانگنے میں بھی یہی کچھ ہوا۔ اسماعیل دہلوی کی زبان سے بات نکلی اور فوراً پوری ہو گئی۔ اور ہوا اسی وقت موافق ہو گئی، اور پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ اسماعیل دہلوی کے نفس و برکت اور اس کی عظیم کرامت کا یہ مقام ہے کہ ہوا موافق رہنے کی صورت میں جہاز جتنے دنوں میں جدہ پہنچتا تھا اس سے نصف دنوں میں جدہ پہنچ گیا۔ اس حکایت سے مجموعی طور پر یہ تاثر ملتا ہے کہ اسماعیل دہلوی کو ارابعہ عناصر پر قدرتِ تصرف حاصل ہے۔ جب اس نے محسوس کیا کہ لوگ اس کے متعلق بدگمان ہیں۔ اس کو نحوس سمجھنے لگے ہیں۔ تو اس نے ان کو سزا دینے و نیز اپنی شان جتانے کی خاطر ہوا کو مخالف ہونے کا حکم دیا۔ ہوا مخالف ہو گئی تو انہیں پانی کے قحط میں مبتلا کر کے اپنے حضور جھکا دیا۔ جب وہ جھک چکے تو پانی پر اپنی حکمرانی کا اظہار فرمایا۔ کو دریائے شور میں آبِ شیریں پیدا فرما کر انہیں سیراب کر دیا۔ اور پھر ہوا کو اشارہ فرمایا کہ موافق ہو جا۔ تو وہ فوراً تعمیلِ ارشاد میں موافق ہو گئی۔ ہوا کو موافق پا کر جہازیوں نے جہاز کے لنگر کھول دیئے تو زمان و مکان میں تصرف کرتے ہوئے طی زمان و مکان کا کرشمہ صادر فرما کر جہاز کو نصف مدت میں جدہ پہنچا دیا۔

اور پھر اکابر پرستی کی یہ کتنی بدترین مثال ہے کہ وہابیہ اسماعیل دہلوی کی تعزیرات وہابیہ اور اپنے تمام ترفتاویٰ کفر و شرک سے آنکھیں موند کر اس قسم کے افسانوں کی نشر و اشاعت اور ڈھنڈورہ پیٹنے میں مصروف ہیں۔ یہ بےخود غلط لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ اگر کسی واقف کار نے انہیں آئینہ دکھادیا تو پھر دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے "؟

مزید تماشہ دیکھئے

زورِ تصوّر، حاضر ناظر

ایک دفعہ حضرت (رشید احمد) گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جوش میں تھے اور تصوّر شیخ کا مسئلہ در پیش تھا۔ فرمایا کہ "کہہ دوں "؟ عرض کیا گیا کہ فرمائیے۔ پھر فرمایا کہہ دوں "؟ عرض کیا گیا کہ فرمائیے، پھر فرمایا۔ کہہ دوں۔ بمعرض کیا گیا فرمائیے! تو فرمایا = تین سال کامل حضرت امداد (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا "! پھر اور جوش آیا۔ فرمایا: "کہہ دوں "؟ عرض کیا گیا کہ حضرت ضرور فرمائیے "! فرمایا کہ اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی "! یہ کہہ کر اور جوش ہوا۔ فرمایا کہ اور کہہ دوں "؟ عرض کیا گیا کہ فرمائیے "! مگر خاموش ہوگئے! لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ "بس رہنے دو "! اگلے دن بہت سے اصرار کے بعد فرمایا کہ: بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا۔ اس کے تحت۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے " بار بار استفسار فرمایا کہ کہہ دوں۔ امتحانِ اشتیاق و اہلیت مخاطب کے لئے ہوگا کیونکہ ایسے اسرار کے تحمل کا ہر شخص اہل نہیں ہے "!
(ارواحِ ثلاثہ صہ۲۹۱)

علمِ غیب اور قدرتِ تصرّف

ایک بار مولوی محمد قاسم نانوتوی کا کسی ایسے گاؤں میں گذر ہوا جہاں شیعوں کی کثیر آبادی تھی۔ سنیوں کو جب ان کی آمد کی خبر ہوئی تو موقع غنیمت جانا اور ان کے وعظ کا اعلان کر دیا، اعلان سنتے ہی شیعوں میں ایک کھلبلی مچ گئی، انہوں نے جلسہ وعظ کو ناکام بنانے کے لئے لکھنؤ سے چار مجتہد بلوائے اور پروگرام یہ طے پایا کہ مجلس میں

چاروں کونوں پر یہ چاروں مجتہد بیٹھ جائیں اور چالیس اعتراض منتخب کر کے دس دس اعتراض چاروں پر بانٹ دیئے گئے کہ اثنائے وعظ میں ہر ایک مجتہد الگ الگ اعتراض کرے اور اس طرح جلسۂ وعظ کو درہم برہم کر دیا جائے۔ اب اس کے بعد کا واقعہ خود سوانح نگار کے الفاظ میں سنیئے۔ لکھتے ہیں "حضرت والا کی کرامت کا حال سنیئے کہ حضرت نے وعظ شروع فرمایا جس میں گاؤں کی تمام شیعہ برادری بھی جمع تھی۔ اور وہ وعظ ایسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے، گویا ترتیب کے مطابق جب کوئی مجتہد اعتراض کرنے کے لئے گردن اٹھاتا تو حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کر کے جواب دینا شروع فرماتے۔ یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہوا۔ مجتہدین اور مقامی شیعہ چودھریوں کی اس میں اپنی انتہائی سُبکی اور خفت محسوس ہوئی تو انہوں نے حرکت مذبوحی کے طور پر اس شرمندگی کو مٹانے اور حضرت والا کے اثرات کا ازالہ کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک نوجوان کا فرضی جنازہ بنایا اور حضرت سے آ کر عرض کیا کہ حضرت نمازِ جنازہ آپ پڑھا دیں۔ پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیر کہہ لیں تو صاحبِ جنازہ ایک دم اُٹھ کھڑا ہو اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کیا جائے، حضرت والا نے مذمت فرمائی کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سُنّی ہوں۔ اصولِ نماز الگ الگ ہیں، آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوانی جائز کب ہوگی؟ شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے، آپ تو نماز پڑھا ہی دیں۔ حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرما لیا اور جنازے پر پہنچ گئے۔ مجمع تھا۔ حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرے پر غصّے کے آثار دیکھے گئے، آنکھیں سُرخ تھیں اور انقباض چہرے سے ظاہر تھا۔ نماز کے لئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی۔ دو تکبیر کہنے پر جب طے شدہ پروگرام کے مطابق جنازے میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے کسی نے "ہونہہ" کے ساتھ سسکاری مگر وہ نہ اٹھا۔ حضرت نے تکبیراتِ اربعہ پوری کر کے اسی غصّے کے لہجے میں فرمایا کہ اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اُٹھ سکتا۔" دیکھا گیا تو مُردہ تھا۔

شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا ۔ (حاشیہ سوانح قاسمی صفحہ ۳ ج ۲)

حکایت کے پہلے حصے میں مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کے حق میں علم ما کان کی وہ عظیم قوت تسلیم کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے گھر یلو مشائخ و علماء لوگوں کے دلوں میں چھپی باتوں کا بھی علم رکھتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے شیعہ مجتہدین کو اعتراضات بیان کرنے کا موقعہ دیئے بغیر ہر مجتہد کے مرتب اعتراضات کے جوابات بالکل اسی ترتیب سے نمبروار بیان کر دیئے جس ترتیب سے وہ دلوں میں چھپائے بیٹھے تھے ۔ اور دوسرے حصے میں نانوتوی صاحب کے حق میں خدائی تصرف کا اثبات ہے کہ علم غیب کے ساتھ ساتھ مار دینے کی صفت بھی ان میں موجود تھی۔ یہ بھی انہوں نے جان لیا کہ کفن میں لپٹا ہوا شخص زندہ ہے اور پھر اس غصے میں کہ شیعوں نے ان کے استہزاء کا یہ ڈرامہ بنایا ہے ۔ اپنے زور تصرف سے اس زندہ شخص کو مار دیا ۔ اور پھر اس کے مرجانے کا علم بھی ہو گیا ۔ بات پھر وہیں آکر ٹکتی ہے کہ ان کی دو شریعتیں متوازی چل رہی ہیں ۔ ایک یہ کہ اپنے خانگی علماء و مشائخ کے لئے سب کچھ جائز اور حق ہے لیکن

انبیاء و اولیاء اور مسلمانوں کیلئے ان کی شریعت دوسری ہے

اسماعیل دہلوی لکھتا ہے " کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ نے غیب دانی اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں کہ وہ جیتا ہے کہ مر گیا یا کس شہر میں ہے ۔ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء کی پیرو مرشد کی ، بھوت و پری کی یہ شان نہیں ۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے "

(تقویۃ الایمان)

اس کے برعکس وہابیہ کی اپنی شریعت ملاحظہ ہو

حضرت حافظ احمد حسین صاحب شاہجہانپوری جو باوجود شاہجہانپور کے بڑے رئیس ہونے کے صاحب سلسلہ بزرگ بھی تھے۔ ایک بار کسی کے لئے بددعا کی تو وہ شخص فوراً مرگیا۔ بجائے اس کے کہ اپنی اس کرامت سے خوش ہوتے ڈرے اور بذریعہ تحریر حضرت والا (مولوی اشرف علی تھانوی) سے مسئلہ پوچھا کہ مجھے قتل کا گناہ تو نہیں ہوا؟

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "اگر آپ میں قوتِ تصرف ہے اور بددعا کرنے کے وقت آپ نے اس قوت سے کام لیا تھا۔ یعنی یہ خیال قصداً اور قوت کے ساتھ کیا تھا کہ یہ شخص مرجائے تب تو قتل کا گناہ ہوا۔ اور چونکہ یہ قتل شبہ عمد ہے اس لئے دیت اور کفارہ واجب ہوگا"! (اشرف السوانح ص۱۷۵ ج۱)

اب قارئین بنظرِ انصاف فیصلہ کریں کہ یہ خود تعزیرات وہابیہ کے بموجب شرک ہے یا نہیں۔؟

قبر کی مٹی دافع البلاء والوباء والمرضِ والالم!
اہل قبر کا تصرف

مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا، پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جاکر کہا (یہ صاحب بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوگئی۔ یاد رکھو کہ اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو، لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔

جیسے شہرت آرام کی ہوئی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔ (ارواح ثلاثہ ص۳۳۲)

قارئین حیران نہ ہوں کہ مسلمانانِ اُمّت کو پیر پرست، قبر پرست، قبوری وغیرہ القابات سے نوازنے والے وہابی صاحبان کی خیر لوٹت صرف ان کے اپنے لئے ہے ایسی باتوں سے ان کے اسلام پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ ان کے ایمان میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔ ان باتوں سے ان کی توحید بہر حال بحال رہتی ہے۔ شرک و کفر کے فتنے تو محض دوسروں کے لئے ہیں۔ یہ لوگ خود کسی صورت مشرک نہیں ٹھہرتے۔ کیونکہ ماشاء اللہ خدائی ٹھیکیدار جو ٹھہرے، ان پر ہمیشہ کشادہ ہیں راہیں۔ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں۔

تاہم سوچنے کی بات یہ ہے کہ آیا اس حکایت میں ایسی باتیں موجود ہیں یا نہیں؟ جن کی بنا پر یہ لوگ مسلمانانِ اہلسنت کو شرک کا مرتکب ٹھہراتے ہیں، لیجئے آپ بھی خود فرمائیے قبر کی مٹی سے شفا حاصل ہونے کا عقیدہ۔ نظریاتِ وہابیہ کی رُو سے پہلا ڈبل شرک لوگوں کا مٹی لینے قبر پر حاضر ہونا تاکہ وبائی مرض سے نجات ملے۔ دوسرا اجباری شرک کثرتِ ہجوم کی وجہ سے قبر پر میلہ لگائے رکھنا کہ اسی صورت سے منوں بلکہ ٹنوں مٹی بار بار ختم ہو سکتی ہے یہ تیسرا شرک۔

صاحب زادہ صاحب کا قبر پر آ کر ایک مردے کو پکار کر فریاد کرنا۔ یہ چوتھا شرک صریح۔

ایک مردہ شخص کے حق میں علمِ غیب کا اثبات۔ پانچواں انتہائی شرک

صاحبِ قبر کے حق میں قوتِ تصرف کا اثبات۔ اور اس قدر قوی تصرف کہ مخلوقِ خدا کے دل اس کی مٹھی میں ہیں۔ جب چاہا لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ میری قبر کی مٹی اُٹھا لے جاؤ کہ اس سے تمہیں شفا حاصل ہوگی۔ اور اس طرح لوگوں کے دلوں کو کھینچ کر اپنی قبر پر میلا لگائے رکھا۔ اور جب صاحبزادہ صاحب نے پریشان ہو کر اس صورتِ حال کو بند کر دینے کی فرمائش کی تو عالمِ برزخ میں بستے ہوئے صاحبزادہ صاحب کی بات سن کر اس کی فرمائش پر عمل کرتے ہوئے اپنے فیضِ عام کو روک دیا۔ شفا بخشی موقوف کر دی۔ اور لوگوں کے دلوں سے

بھی شفا حاصل ہونے کے خیال کو نکال باہر کیا۔ گلے ہوئے میلے کو اُجاڑ دیا۔ چھٹا ناقابل عفو شرک۔

لیکن چونکہ یہ ان کے اپنے گھر کا معاملہ ہے۔ اس لئے یہ سب کچھ عین دینِ اسلام اور توحید کے عین مطابق ہے۔ لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ۔

علمِ غیب، تصرّف۔ امدادِ غائبانہ

قاری فخرالدین گیاوی (مولوی حسین احمد مدنی کے خلیفۂ مجاز) اپنے والد مولوی خیرالدین کے ایک سفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ایک بار اپنے پیرومرشد سے ملاقات کے لئے وہ سوات جارہے تھے جو سندھ کے اطراف میں واقع ہے۔ درمیان میں پہاڑوں اور صحراؤں کا ایک طویل سلسلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ چلتے چلتے جب وہ ایک پہاڑ کی گھاٹی میں پہنچے تو وہاں کا راستہ اتنا تنگ اور دشوار گذار تھا کہ گدھے کی سواری کے بغیر اسے عبور کرنا ناممکن تھا۔ وہ کہتے ہیں میں گدھے پر سوار تھوڑا ہی آگے بڑھا ہوں گا کہ ایک درہ میں سے ڈاکوؤں کا ایک گروہ نکلا اور اس نے مجھ کو بہت تنگ کیا۔ میرے پاس جو کچھ تھا سب رکھوا لیا اور اس کے بعد جان کی باری تھی، رحم کا کوئی شائبہ ان کے اندر نہ تھا۔ میں نے پریشانی کے عالم میں سر جھکا لیا اور عمل بزرگان "تصورِ شیخ" کا عمل کیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ وہی ظالم ڈاکو سراپا رحم و کرم بنے ہوئے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ کوئی قدم چومتا ہے کوئی ہاتھ چومتا ہے۔ انہی لوگوں میں ڈاکوؤں کا سردار بھی تھا وہ مجھے اپنے گھر لے لیا اور میری بڑی خاطر و مدارات کی۔ وہ لوگ بار بار مجھ سے معافی مانگتے تھے۔ اور اقرار لیتے تھے کہ میں نے انہیں معاف کر دیا۔ میں نے حیرانی کے عالم میں ان سے دریافت کیا کہ پہلے تو تم لوگوں نے میرے ساتھ وہ معاملہ کیا اور اب اچانک کیا بات ہو گئی کہ تم لوگ میرے حال پر اس قدر مہربان ہو گئے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ! حضرت! ہم نے آپ کو پہچانا نہ تھا۔ جب آپ آنکھ بند کرکے سر جھکائے بیٹھے تھے اس وقت ہم نے آپ کو غور سے دیکھا تو پہچانا کہ آپ تو حضرت میاں صاحب ہیں"! اب میری سمجھ میں آیا کہ تصورِ شیخ کی برکت سے حضرت کی توجہ خصوصی مبذول ہو

کہ میری صورت حضرت پیرومرشد کی صورت سے تبدیل ہو گئی جس کی مجھ کو خبر نہ تھی اور ان ڈاکوؤں کے کہنے سے یہ عقدہ کھلا۔ پھر جب وہ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے پیرومرشد کے دربار میں پہنچے تو حضرت نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ بندۂ خدا آتا ہی تھا تو مجھ کو اطلاع کر دیتے میں ڈاکوؤں کے سردار کو خبر کر دیتا تو پھر کوئی خطرہ پیش نہ آتا۔ یہ راستہ بہت خطرناک ہے اللہ کا فضل ہوا کہ بچ کر چلے آئے۔ حضرت دیر سے منتظر بیٹھے تھے۔ اور میرے لئے کھچڑی پکوا رکھی تھی، چونکہ اس وقت میرے معدہ میں گڑبڑ تھی حالانکہ میں نے اس کی کوئی اطلاع نہیں کی تھی، بڑی شفقت سے مجھ کو کھچڑی کھلائی (دریں حیات ص۱۶۱)

اس حکایت میں تعزیرات وہابیہ کے بموجب کتنے شرک موجود ہیں، گنتے جائیے۔

تصورِ شیخ، غیر اللہ سے استغاثہ و استمداد، غیر اللہ کے حق میں علم غیب کا عقیدہ، غیر اللہ کے حق میں قدرتِ تصرف کا عقیدہ۔ من دون اللہ کو فریادرس سمجھ کر دل سے پکارنا۔ یہ عقیدہ کہ میرا پیر میرے دل کی آواز کو سن لیتا ہے۔ اس کے پیر نے خاموش استغاثے کو سن لیا، دور دراز سے اس کی مدد کی، اپنے تصرف سے کام لے کر وہیں بیٹھے بیٹھے اپنی صورت، مرید کی صورت چسپاں کر دی اور اس وقت تک چسپاں رہی جب تک کہ مرید اپنے پیر کے گھر تک نہیں پہنچ گیا۔ پیر کو پہلے سے یہ معلوم ہو گیا کہ فلاں پہاڑ کی گھاٹی میں یہ حادثہ پیش آ گیا ہے۔ پیر کو یہ خبر بھی لگ گئی کہ مرید کے معدے میں گڑبڑ ہو گئی ہے اس لئے اس کے واسطے کھچڑی پکا کر رکھنی چاہیئے۔

مگر چونکہ یہ معاملہ اپنے گھر سے متعلق ہے لہذا کوئی شرک، شرک نہیں اسی لئے تو دیوبندی حکایات کی نشرواشاعت ہی مصروف ہیں کہ ان حکایات سے اپنے بزرگوں کی شان عظمت مقصود ہے۔

اس کے برعکس

کوئی مسلمان یا رسول اللہ کہہ دے تو شرک۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے

استغاثہ و فریاد کرے تو شرک، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے حق میں علم غیب مانے تو شرک، قوت تصرف بعطائے الٰہی تسلیم کرے تو شرک۔ درود شریف پڑھتے وقت یہ عقیدہ رکھے کہ حضور خود سن لیتے ہیں تو شرک۔ امام الانبیاء محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور نماز میں آجائے تو اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہوجانے سے برا۔ چنانچہ تمام وہابیہ کا مسلّم پیشوا اسمٰعیل دہلوی نماز میں خلل ڈالنے والے امور بیان کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (صراط مستقیم)

علم ما فی الارحام۔ قیام حمل سے کئی برس پہلے مطلع ہوجانا

مولوی احمد سعید، ماہنامہ برہان دہلی کے مدیر کا بیان ہے کہ "مجھ سے پہلے آپ کے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے تھے جن کا نو عمری میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔ اس کے بعد مسلسل سترہ سال تک ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے ترک ملازمت اور ہجرت کا قصد کرلیا۔ اس وقت وہ آگرہ لوہا منڈی کے سرکاری شفاخانے میں ملازم تھے۔ مگر جب قاضی عبدالغنی صاحب مرحوم (والد کے پیر و مرشد) کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے منع لکھ بھیجا اور ساتھ ہی خوشخبری دی کہ ان کے ہاں لڑکا ہوگا۔ چنانچہ اس بشارت کے چند سال بعد ہ ھ کے رمضان کی، تاریخ کو صبح صادق کے وقت میں پیدا ہوا تو ولادت سے دو گھنٹے قبل آپ نے حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی کو خواب میں دیکھا کہ لوہا منڈی کے شفاخانے میں تشریف لائے اور فرماتے ہیں "ڈاکٹر! لڑکا مبارک"!! اس کا سعید نام رکھنا"!!! چنانچہ آپ نے اس ارشاد کی تعمیل کی اور اسی وقت فیصلہ کرلیا میں بچہ کو دیوبند بھیج کر عالم بناؤں گا۔" (ماہنامہ برہان دہلی اگست ۱۹۵۲)

وہابیہ کے مشائخ کا علم غیب اس قدر وسعت پذیر ہے کہ حمل قائم ہونے سے بھی برسوں پہلے جان لیتے ہیں کہ اس عورت کے پیٹ میں جو بچہ جنم لے گا وہ نر ہوگا یا مادہ، اور اس کے مرد

قبروں میں پڑے پڑے علم غیب کے اس قدر ماہر ہیں کہ انہیں ہر وقت یہ خبر رہتی ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے یا کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ بچے کی ولادت سے دو گھنٹے پیشتر ہی رشید احمد گنگوہی اور محمد قاسم نانوتوی صاحبان کو پتہ لگ گیا کہ فلاں شخص کی بیوی بچہ جننے والی ہے۔ نیز یہاں تک جان گئے کہ لڑکا پیدا ہوگا، مارے خوشی کے اسی دم اپنی قبروں سے نکل بھاگے اور شفاخانے پہنچ کر بولے، "ڈاکٹر لڑکا مبارک" اور نام تک تجویز فرمادیا۔

قارئین یہ تو ہے وہابیہ کے اپنے زندہ اور مردہ بزرگوں کا حال۔

لیکن دوسری طرف

حضرات وہابیہ کا اعلان یہ ہے "اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی (خدا کے سوا) کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت۔ (تقویۃ الایمان)

کون کہاں مرے گا

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مرحوم کو معظم میں بیمار ہوئے اور اشتیاق تھا کہ مدینہ منورہ میں وفات ہو۔ حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحب سے استفسار کیا کہ میری وفات مدینہ منورہ میں ہوگی یا نہیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں کیا جانوں؟ عرض کیا۔ حضرت یہ فقط تو بہانے ہیں جواب مرحمت فرمائیے"! حضرت حاجی صاحب نے مراقب ہو کر فرمایا کہ آپ مدینہ منورہ میں وفات پائیں گے"۔ (قصص الاکابر مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی) واضح رہے کہ کون کہاں مرے گا یہ علوم خمسہ میں شامل ہے۔ جو وہابیہ کے مشائخ کو معلوم ہے۔

اسکے برعکس

اسماعیل دہلوی لکھتا ہے "غیب کی باتیں ہیں سو انہی پانچ میں داخل ہیں جو کوئی

یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم وہ پانچوں باتیں جانتے تھے یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے، بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔" (تقویۃ الایمان)

مولوی منظور نعمانی جو دیوبندی گروہ کا معتمد وکیل ہے۔ لکھتا ہے "وہ پانچ غیب جن میں مرنے کی جگہ کا علم بھی شامل ہے، ان کو حق تعالےٰ عالم الغیب نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے، ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتے کو دی، نہ کسی نبی و رسول کو" (فتح بریلی کا دل کش نظارہ ص۵)

مقامِ کُنْ فَیَکُوْنْ

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ مولوی حسین احمد صاحب بھی اسی جیل میں نظر بند تھے۔ مولوی اسعد میاں کا اپنے بزرگوار کے متعلق بیان ہے کہ ایک قیدی کو پھانسی کی سزا ہوگئی، یہ حکم سن کر اس کا خون خشک ہوگیا۔ منشی محمد حسین نامی کسی قیدی کے ذریعہ اس نے مولوی حسین احمد صاحب سے دعا کی درخواست کرائی۔ منشی محمد حسین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت منہ چڑھے تھے، فرمایا "اچھا جاکر اس سے کہدو کہ وہ رہا ہوگیا" منشی محمد حسین صاحب نے اس قیدی سے جاکر کہہ دیا کہ بابو نے کہدیا ہے کہ تو رہا ہوگیا" وہ ایک روز گذرنے کے بعد اس قیدی نے پھر بے چینی کا اظہار کیا کہ اب تک کوئی حکم نہیں آیا اور پھانسی میں چند ہی روز رہ گئے ہیں "منشی محمد حسین نے پھر آکر عرض کیا تو فرمایا۔ میں نے تو کہدیا کہ وہ رہا ہوگیا" !اس کے بعد دو ایک یوم پھانسی کو رہ گئے تھے کہ اس کی رہائی کا حکم آگیا" (روزنامہ "الجمعۃ" دہلی شیخ الاسلام نمبر)

بارش ہونے نہ ہونے کا علم

اسی شیخ الاسلام نمبر میں مولوی جمیل الرحمٰن سیوہاروی مفتی دارالعلوم دیوبند نے سیوہارہ ضلع بجنور کے ایک جلسے کا ذکر کیا ہے جو کانگریس کی طرف سے منعقد کیا گیا تھا اور

جس میں مولوی حسین احمد صاحب بھی موجود تھے۔

"عین وقت جلسے سے کچھ پہلے اچانک آسمان ابر آلود ہوگیا موسم کا رنگ دیکھ کر منتظمین جلسہ سراسیمہ ہوگئے اسی دوران میں جامع الروایات ناظر اکر جلسہ گاہ میں ایک برہنہ سر برہنہ بدن ہیئت کے غیر متعارف شخص نے علیحدہ لے جاکر ان الفاظ میں ہدایت کی کہ "مولوی حسین احمد سے کہہ دو کہ اس علاقے کا صاحب خدمت میں ہوں اگر وہ بارش ہٹوانا چاہتے ہیں تو یہ کام میرے توسط سے ہوگا" راقم الحروف اسی وقت خیمے میں پہنچا جس پر حضرت مولانا نے آہستہ پاکیزہ تبسم فرمائی اور اس پیغام کو سن کر ایک عجیب پُر جلال انداز میں بستر استراحت ہی پر سے ارشاد فرمایا "جائیے کہہ دیجئے بارش نہیں ہوگی"!

واضح رہے کہ یہ بھی انہی علوم خمسہ میں سے ہے جن کے متعلق وہابیہ کے فتاوے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ

اسی طرح مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں حالانکہ اس کا موسم بھی بندھا ہوتا ہے اور اکثر ان موسموں پر برستا بھی ہے اور سارے نبی اور ولی اور بادشاہ اور حکیم اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں، سو اگر اس کا وقت معلوم کرنے کی کوئی راہ ہوتی تو کوئی البتہ پا لیتا (تقویۃ الایمان)

"سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" (تقویۃ الایمان)

البتہ اگر کوئی وہابی مولوی چاہے تو موت کو ٹال دے۔ پھانسی پانے والا رہا ہو جائے اس کا کہاں مل دے سکے۔!!

علم غیب، تصرف، مشکلکشائی

مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا

ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپیہ کا مطالبہ تھا۔ ان کے بھائی یہ خبر لاکر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے۔ حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا "دیوبند" مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا۔ کہ گنگوہ حضرت مولانا کی خدمت میں قریب تر کیوں نہ گئے اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت، یہاں مجھے عقیدت کھینچ لائی ہے" مولانا نے ارشاد فرمایا کہ تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکلکشائی حضرت مولانا رشید احمد ہی کی دعا پر موقوف ہے۔ میں اور تمام زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا" چنانچہ واپس آئے اور سید حکیم ضیاء الدین صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حکیم صاحب نے سفارش کی تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ میرا کسی نے قصور نہیں کیا بلکہ یہ صاحب مدرسہ دیوبند کے مخالف ہیں جو اللہ کا ہے، قصوروار اللہ کے ہیں، اللہ سے توبہ کریں۔ بندہ بھی دعا کرے گا۔" چنانچہ ادھر انہوں نے توبہ کی اُدھر مطالبہ سے براءت کا کمشنر صاحب کے پاس حکم آگیا۔" (ارواح ثلاثہ ص۲۳۸)

قارئین! کچھ سمجھے کہ نہیں۔ یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ ان کے مولوی فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی نظر لوحِ محفوظ میں لگی ہے، انہیں علم ہے کہ لوگوں کی مشکلات کیونکر اور کہاں حل ہوں گی نیز اپنے خانگی مولوی کی علوِ شان کا اظہار بھی مقصود ہے۔ کہ فرمایا۔ گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکلکشائی حضرت مولانا رشید ہی کی دعا پر موقوف ہے۔ یعنی تمہاری مشکل کا حل اور مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر ہند و لبست کی تقدیر کا معاملہ گنگوہی صاحب کے سپرد ہے۔ بلکہ عجب ہے کہ "میں اور زمین کے تمام اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔"

قارئین! نہ پوچھیں کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ان کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے یا بارگاہ رب العزت میں رجوع کرنے کا مشورہ کیوں نہیں دیا؟ اور اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ کا درس کیوں نہ سنایا۔ سر دست اس بات کو چھوڑیئے کہ یہاں کسا نپے گھر کا مسئلہ ہے۔ ماننا یہی پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس انتظار میں ہے کہ کب سائل مولوی رشید احمد صاحب کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہو، کب حلِ مشکل کا سوال ان سے کرے، کب رشید احمد گنگوہی

کی اس کی موافقت میں زبان سے بلے اور میں اس کی بات پوری کر دیتا پھر جب سائل گنگوہی صاحب کے حضور حاضر ہو گیا، اور گنگوہی صاحب کے مقرب بارگاہ حکیم صاحب نے گنگوہی صاحب کے حضور اس کی سفارش کر دی تو ارشاد ہوا۔ میرا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ یہ صاحب مدرسہ دیوبند کے خلاف ہیں۔ اس سبب سے ان پر یہ افتاد پڑی ہے یعنی رشید احمد گنگوہی کی نظر بھی لوح محفوظ میں لگی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے اس مصیبت میں پھنسے ہیں اور کیونکر یہ مصیبت سے نجات پائیں گے۔ سب کچھ ان کے پیش نظر ہے۔ پھر مدرسہ دیوبند کا مرتبہ بھی تو بتانا ہے نا۔

بہرحال جب سائل گنگوہی صاحب کے حضور جھک گیا۔ مخالفت سے توبہ کر لی تو تقدیر بھی فوراً ہی بدل گئی۔ ادھر گنگوہی صاحب کا اشارہ ہو گیا، مہربان ہو گئے، ادھر مطالبے سے براءت کا کمشنر صاحب کے پاس حکم آ گیا۔ اللہ اللہ خیر سلا

؎ تجھ کی فدا چشم جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی

بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

زورِ تصرف عرش تک پہنچا دیا

حضرت عالم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولانا منصور علی خاں صاحب مرحوم مراد آبادی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ طبیعت کے بہت پختہ تھے اس لئے مہد طبیعت مائل ہوتی تھی پختگی اور انہماک کے ساتھ ادھر جھکتے تھے۔ انہوں نے اپنا واقعہ خود بھی مجھ سے نقل فرمایا کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہو گیا اور اس قدر اس کی محبت نے طبیعت پر غلبہ پایا کہ رات دن اسی کے تصور میں گذرنے لگے۔ میری عجیب حالت ہو گئی، تمام کاموں میں اختلال، ہونے لگا حضرت کی فراست نے بھانپ لیا۔ لیکن سبحان اللہ تربیت و نگرانی اسے کہتے ہیں کہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضرت نے میرے ساتھ دوستانہ برتاؤ شروع کیا اور اسے اس قدر بڑھایا کہ جیسے دو یار آپس میں بے تکلف دل لگی کیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود ہی اس محبت کا ذکر چھیڑا۔ فرمایا کہ ہاں بھائی وہ (لڑکا) تمہارے پاس کبھی آتے بھی ہیں یا نہیں؟ میں شرم و حجاب سے چپ ہو گیا تو فرمایا نہیں بھائی یہ حالات انسان پر آ سکتے ہیں، اس میں چھپانے کی کیا بات

ہے غرض اس طریق سے مجھ سے گفتگو کی کہ میری ہی زبان سے اس کی محبت کا اقرار کرالیا اور کوئی
خفگی اور ناراضگی نہیں ظاہر کی بلکہ دلجوئی فرمائی۔ اس مخصوص بے تکلفی کے آثار اب مجھ پر ظاہر ہونے
شروع ہوئے۔ میں ایک دن تنگ آگیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ محبت میری رگ و پے میں
سرایت کر گئی مجھے تمام امور سے بیکار کر دیا۔ کیا کروں اور کہاں جاؤں، آخر عاجز آکر دوڑا ہوا حضرت
کی خدمت میں پہنچا اور مؤدب عرض کیا کہ حضرت اللہ میری اعانت فرمائیے۔ میں تنگ اور عاجز
ہو چکا ہوں، ایسی دعا فرمائیے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے۔
تو ہنس کر فرمایا کہ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے۔" بس جوش ختم ہو گیا۔" میں نے عرض کیا کہ
حضرت سارے کاموں سے بیکار ہو گیا نکما ہو گیا۔ اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا، خدا کے
لئے میری امداد فرمائیے۔" فرمایا "بہت اچھا۔ بعد مغرب جب ہم نماز سے فارغ ہوں تو آپ
موجود رہیں۔" میں نماز مغرب پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔ جب حضرت صلوٰۃ الاوابین سے
فارغ ہوئے تو آواز دی "مولوی صاحب" میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہوں، میں سامنے حاضر ہوا
اور بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ "ہاتھ لاؤ" میں نے ہاتھ بڑھایا۔ میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری
ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے کان بجے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے بالکل عیاناً
دیکھا کہ عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے گویا
دربار الٰہی میں حاضر ہوں۔ میں اس وقت لرزاں اور ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر یہ کپکپی اور یہ
خوف طاری نہ ہوا تھا، میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور بالکل خودی سے گزر گیا اور حضرت برابر میری
ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی پھیر رہے ہیں۔ جب ہتھیلی پھیرنا بند فرمایا تو یہ حالت بھی فرو ہو گئی۔" فرمایا،
"جاؤ" میں اٹھ کر چلا آیا۔ دو ایک دن کے بعد حضرت نے پوچھا کہ مولوی صاحب، کیا حال ہے؟
میں نے عرض کیا کہ حضرت، اس لڑکے کا تصور یا عشق تو کجا دل میں اس لڑکے کی گنجائش تک
باقی نہیں۔" فرمایا "اللہ کا شکر کرو"۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۴۵ تا ۲۴۷)

اس کے تحت حاشیہ میں مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے "یہ ایک
اثر تھا تصرف کا"

مولانا بشارت کریم کا تصرّف

ایک دن بعد مغرب اپنے حجرۂ خاص میں حضرت تلاوت فرما رہے تھے ایک گوشے میں پنڈت جی مراقب تھے اور دوسرے گوشے میں میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک پنڈت جی چیخے پھر تڑپے پھر بے ہوش ہو گئے۔ حضرت تلاوت روک کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب انہیں ہوش آیا تو دریافت فرمایا "کیا بات ہے؟" "کیا دیکھا؟" پنڈت جی نے عرض کیا "یا شاہ! میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے، میدانِ حشر میں حق تعالٰی عرش پر جلوہ گر ہے حساب کتاب ہو رہا ہے، مخلوق کا بے پناہ ہجوم ہے، آپ بھی ہیں، میں بھی ہوں، آپ مجھ کو لیے ہوئے عرشِ الٰہی کی طرف بڑھ رہے ہیں، جب قریب پہنچ گئے تو آپ نے مجھ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور عرشِ الٰہی کی طرف بڑھا دیا میں حق تعالٰی کے جلال، ہیبت و عظمت سے چیخ اٹھا۔" حضرت نے یہ سن کر حسبِ عادت تھوڑا سا سکوت فرمایا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا "مبارک ہو نور اللہ (پنڈت جی کا نیا نام) اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو؟" (درسِ حیات ص ۳۰۴ - ۳۰۵)

جن کی شان یہ ہو کہ وہ اپنے "رنگین مزاج" شاگردوں اور نومسلموں کو آنِ واحد میں عرشِ عظیم تک پہنچا دیں، حق تعالٰی کا دیدار کرا دیں، ان کی آنکھوں کے سامنے عالمِ غیب کے تمام حجابات اٹھا دیں۔ قارئین خود فرمائیں کہ ان کا اپنا مقام کیا ہوگا؟

تصویر کا دوسرا رُخ

"اکثر لوگ باوجود دعوئے ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں، پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٔ ایمان کا رکھتے ہو اور افعالِ شرک کے کرتے ہو سو یہ دونوں راہیں کیوں ملائے دیتے ہو؟ اس کو جواب دیتے ہیں کہ "ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء اور اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہو تا کہ ہم ان اولیاء انبیاء کو پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے، بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کا

مخلوق - اور قدرت تصرف کی اسی نے ان کو بخشی ہے - اس کی رضا سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اسان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے، اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل - ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں " اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں - ان سب باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط رسموں کی سند پکڑی اور اگر اللہ اور رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے - اللہ صاحب نے ان کی ایک نہ مانی اور ان پر غصہ کیا اور ان کو جھوٹا بتایا " (تقویۃ الایمان)

"جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور ناشکرا " (تقویۃ الایمان) سے کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا!!

مولوی حسین احمد صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

نے لکھا ہے " علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عز اسمہٗ اسرار حقائق کونیہ و غیبیہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا نہ ہوگا! علم اور ما سوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خدا وند کریم عز اسمہٗ مرتبہ حضور کا ہے، علوم اولین و آخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں، کوئی بشر، کوئی ملک، کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ آپ سے افضل ہو " (الشہاب الثاقب ص ۴۷)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصنف براہین قاطعہ

نے لکھا ہے " غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا

فخرِ عالم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" (براہین قاطعہ ص۵۱)

"اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔" (براہین قاطعہ ص۵۲)

"اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا) مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔" (براہین قاطعہ ص۵۱)

واضح رہے کہ یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز پر بہتان صریح ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی

مولوی اشرف علی تھانوی سے ان کے کسی مرید نے یہ سوال کیا

سوال۔ رات دن ہمہ وقت بکثرت آپ کا تصور رہتا ہے، اتنا اللہ میاں کا نہیں رہتا، مجھ کو اس حالت کے مذموم ہونے کا اندیشہ ہے، ایسی ترکیب ہو کہ اللہ میاں کا تصور بڑھ جائے

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس کا یہ جواب دیا۔

جواب: اس حالت کا کچھ مضائقہ نہیں، جس کا تصور اللہ کے واسطے ہو وہ مثل تصور اللہ ہی کے ہے۔" (تربیت السالک ص۵۳ مطبوعہ امداد المطابع تھانہ بھون)

کیوں نہ ہو۔ اپنا اور اپنے گھر کا معاملہ جو ٹھہرا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی

نے فتویٰ دیا: "ایسا تصور درست نہیں اس میں اندیشہ شرک کا ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ)

"اس شغل میں متاخرین صوفیہ نے غلو کیا اور شرک تک نوبت پہنچی۔ لہٰذا متاخرین علماء نے اس کو منع فرمایا اور اب علماء متاخرین کے قول پر عمل کرنا چاہیئے۔" (فتاویٰ رشیدیہ)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا عرس ہر سال کیا کرتے تھے۔ مولوی عبد الحکیم پنجابی نے اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے جو سال بسال کرتے ہو؟ آپ نے یہ جواب دیا "ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ۔ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند۔ آرے زیارت قبور و تبرک بقبور صالحین و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن است و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح است و خلف را لازم است کہ سلف خود را ایں نوع بر و احسان نماید چنانچہ در حدیث مذکور است و لدٌ صالحٌ یدعو لہ"

(زبدۃ النصائح ص۱۲۲)

ترجمہ:- یہ طعن مطعون علیہ کے احوال سے جہالت پر مبنی ہے، اس لئے کہ فرائض شرعیہ مقررہ کے علاوہ کوئی بھی کسی چیز کو فرض نہیں سمجھتا۔ ہاں۔ زیارت قبور اور قبور صالحین سے تبرک اور تلاوت قرآن اور دعائے خیر اور تقسیم طعام و شیرینی، اور امر مستحسن ہے اور خوب ہے با اجماع علماء اور عرس کا دن اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس دن دار العمل (دنیا) سے دار الثواب (آخرت) کو ان کے انتقال فرمانے کا ذکر کیا جائے۔ ورنہ جس دن بھی یہ عمل کیا جائے موجب فلاح ہے اور پسماندگان کو لازم ہے کہ اپنے گذشتہ بزرگوں سے اس طرح احسان کریں جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (یہ بھی صدقہ جاریہ میں سے ہے کہ) نیک اولاد اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوے

سوال- ہر سال اپنے پیر یا استاد کی برسی کرے۔ یعنی جب سال بھر مرے ہوئے ہو جاوے تو ایک دن مقرر کرے اس روز کا نام عرس شریف رکھے اور اس دن کھانا پکا کر تقسیم کرا دے۔ مساکین کو اور ختم کرے پنج آیت قرآنی کا تو اس کا صوفیائے کرام کے یہاں اور ہماری شریعت

میں کیا حکم ہے جائز ہے یا ناجائز؟"

الجواب۔ کھانا تاریخ معین پر کھلانا گو اس دن پیش نظر ہو بدعت ہے، اگرچہ ثواب پہنچے گا اور طریقہ معینہ مروجہ کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہٰذا بدعت ہے للہ بلا تعیین کر دینا درست ہے۔" (فتاوی رشیدیہ)

سوال:۔ یہ تعینات جیسے ربیع الاول میں گوشت اور عشرہ محرم میں کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گیارہویں اور توشہ اور سہ منی بو علی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا جاوپ سے جانا مگر بالا جبہ طعام کی تخصیص اور ایام کی تعیین کہ اس کے خلاف ہرگز نہ ہو بدعت و حرام ہیں یا نہیں اور اس قسم کے طعام کو کھانا مکروہ ہے یا حرام کیونکہ افعال جہال ان معاملات میں نہایت بد حد کفر کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ رفع مضرت و توقع منافع اپنے اپنے مرادات کی طلب ان میں کی جاتی ہے۔

الجواب:۔ یہ تعینات بدعت ضلالہ ہیں اور طعام میں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے اور جو نام ان اکابر کے ہے تو داخل ما اُھِلَّ لغیر اللہ میں ہے حرام ہے اور ایسے عقائد فاسدہ موجب کفر کے ہیں۔ ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے۔" (فتاوی رشیدیہ)

منعقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں وعلیٰ ہذا عرس کا جواب ہے، بہت اشیاء ہیں کہ اوّل مباح تھیں۔ پھر کسی وقت منع ہو گئیں مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے۔" (فتاوی رشیدیہ)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی

نے فرمایا "ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین دکر کر مہ او مدینہ منورہ کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے (یعنی یہ کہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہو رہی ہے) اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے۔ لیکن عالم امر دونوں سے پاک

ہے پس قدم رنجہ فرماتا ذات بابرکات کا عجیب نہیں ؟ (امداد المشتاق ص۵۹ مرتبہ اشرف علی تھانوی)

"فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے؟ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔ اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔" (امداد المشتاق ص۵۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

پس دہ مرتبہ درود خواند ختم تمام کنند و بقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سوال نمایند۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

ترجمہ۔ "دس مرتبہ درود پڑھیں ختم تمام کریں اور کچھ شیرینی پر عموماً خواجگانِ چشت کے نام کا فاتحہ پڑھیں اور خدا سے حاجت کا سوال کریں۔"

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند برآں قل و فاتحہ و درود خواندن متبرک مے شود و خوردن بسیار خوب است۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص۴۱)

ترجمہ "وہ طعام جو حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز کا ان کو ثواب پہنچانے کے لئے ہو اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھنے سے متبرک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا کھانا بہت اچھی بات ہے۔"

"اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں بختہ بخورانند جائز است مضائقہ نیست۔" (فتاویٰ عزیزی ص۴۹)

ترجمہ۔ "اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کو ایصالِ ثواب کے ارادہ سے مالیدہ اور کھیر پکا کر کھلائیں جائز ہے کچھ مضائقہ نہیں۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تیجہ (سوم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "روز سوم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود کہ بیروں از حساب است ہشتاد و یک کلام اللہ بشمار آمدہ و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست (ملفوظات عزیزی ص۸۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی وفات کے تیسرے دن آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ حساب سے باہر تھا (بے شمار تھا) اکیاسی قرآن مجید (جو اس دن پڑھے گئے) شمار میں آئے اور اس سے زیادہ بھی پڑھے گئے ہوں گے۔ اور کلمہ (پڑھے جانے) کا تو کچھ حساب ہی نہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی

سوال۔ تبارک اور جبی اور گیارھویں پیران پیر کی کرنا درست ہے یا نہیں "؟
الجواب: "تبارک اور جبی بدعت ہیں ان کی کوئی اصل شرع نہیں نہیں، فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے" (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۳۲)

محرم میں ذکر شہادت حسنین (امام حسن و امام حسین) علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا۔ یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں" (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۳۵)

سوال: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کرکے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں "؟
الجواب: "اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے" (فتاویٰ رشیدیہ)

سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد و حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں، ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں "؟

الجواب: درست ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۵۰)

"اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے بوجہ مشابہت بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۹۹ ج ۱)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں کہ جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں"؟

الجواب: جواب صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ فاتحہ مروجہ درست نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰ ج ۱)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ فی زمانہ رواج ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کے عزیز و اقارب اس روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز یا اور کسی روز جمع ہو کر مسجد میں یا کسی اور مکان میں قرآن شریف اور کلمۂ طیبہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر بلا تعیین شمار ثواب اس پڑھے ہوئے کا متوفی کو بخشتے ہیں اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو اس طرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑھنا اور پڑھوانا درست ہے یا نہیں"؟

الجواب: صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مجتمع ہونا عزیز و اقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمۂ طیبہ کے جمع ہو کر روز وفات میت کے یا دوسرے روز یا تیسرے روز بدعت و مکروہ ہے۔ شرع شریف میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

قارئین براہ کرم گزشتہ صفحہ پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کے ارشادات اور ان کے عمل کو بھی ملاحظہ کر لیں اور غور فرمائیں کہ وہ صحیح تھے یا یہ صحیح ہیں۔

سوال (جلد سوم) فاتحہ مروجہ یعنی طعام را روبرو نہادہ دست برداشتہ چہ حکم دارد"؟

ترجمہ: فاتحہ مروجہ یعنی طعام کو روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر کیا حکم رکھتا ہے"؟

الجواب: ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود آں در قرون ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نہ شدہ و حالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً

عادت خواص نیست واگر کسے ایں طور مخصوص عمل آرد آں طعام حرام نمی شود بخورد نش مضائقہ نیست وایں را ضروری دانستن مذموم است۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اس مخصوص طریقہ سے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا نہ خلفاء کے زمانہ میں بلکہ قرون ثلاثہ میں جو مشہود لہا بالخیر ہیں منقول نہ ہوا اور اس وقت حرمین (مکہ و مدینہ) شریفین زادہما اللہ شرفاً میں خواص کی عادت نہیں اور اگر کوئی اس طور مخصوص پر عمل کرے تو طعام حرام نہیں ہوتا۔ اس کے کھا لینے میں مضائقہ نہیں۔ اور اس کو ضروری سمجھنا مذموم ہے۔"

قارئین غور فرمائیں کہ فاتحہ موجہ کے خلاف تین ہتھیار استعمال کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ مسلمانان اہلسنت کرتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اس مخصوص طریقے سے نہ تھا۔

۲۔ خلفاء راشدین بلکہ قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے زمانے میں نہ تھا۔

۳۔ اس وقت بھی کہ معظمہ و مدینہ منورہ میں خواص (نجدی وہابی) اس پر عمل نہیں رکھتے۔

ان تینوں باتوں کو ذہن میں رکھ کر مندرجہ ذیل فتویٰ کو دیکھیں۔

سوال :۔ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں"؟

الجواب :"قرون ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں"
(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۱۰۱)

لیکن یہاں چونکہ معاملہ اپنے گھر کا تھا اس لئے ان کے یہ تینوں ہتھیار کند ہو کر رہ گئے۔

بات یہ ہے کہ دیوبندی مولویوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ جو کوئی ان کے پاس کسی مصیبت کے وقت دعا کرانے آتا یہ کہتے کہ پندرہ روپیہ مدرسہ کو دو بخاری شریف کا ختم کرا کر تمہارے لئے دعا کریں۔ اس زمانے میں روپیہ کی بڑی قدر و قیمت تھی۔ مصیبت کا مارا مجبوراً پندرہ روپے نقد ادا کرتا تو مدرسہ کے استاد و شاگرد مل کر بخاری شریف پڑھتے تھے لہٰذا اگر اس مسئلہ میں بھی مفتی رشید احمد صاحب اور ان کے دیگر وہابی مولوی انہی ہتھیاروں سے کام

لیتے تو لانے معاوضہ و پنشن اور مفت کی آمدنی بند ہوتی تھی۔ اس لئے اب اس بات کی کچھ فکر نہ کی گئی کہ۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ختم بخاری کا طریقہ نہ تھا۔
۲۔ خلفاء راشدین بلکہ قرونِ ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے زمانے میں نہ تھا۔
۴۔ اس وقت بھی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں خواص (نجدی۔ وہابی) اس پر عمل نہیں کرتے۔

بلکہ قرونِ ثلاثہ میں جو مشہود لہا بالخیر ہیں بخاری تالیف بھی نہیں ہوئی تھی۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود اس کا ختم درست ہے۔ بس وہی بات کہ موم کی ناک ہے۔ جدھر کو چاہا موڑلی۔ اور لطف کی بات دیکھئے کہ یہاں بخاری کے لئے یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ، "ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اس کی اصل شریعت سے ثابت ہے، بدعت نہیں"

لیو خوت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست ۔!!

کوئی ان بھلے انسوں سے پوچھے کہ آیا بخاری جس کا قرونِ ثلاثہ میں وجود ہی نہ تھا۔ اس کا ختم کرنا، ذکرِ خیر ہے تو کیا قرآن مجید، جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں موجود تھا۔ قرونِ ثلاثہ میں مکمل طور پر مرتب و مدوّن ہو چکا تھا، اس کا ختم "ذکرِ خیر" کیوں نہیں "؟

اگر ختم بخاری کے بعد دعا قبول ہوتی ہے تو ختم قرآن کے بعد دعا کس لئے قبول نہیں ہوتی "؟

اگر ختم بخاری کے بعد دعا مانگنے کی اصل شریعت سے ثابت ہے تو ختم قرآن کے بعد دعا مانگنے کی اصل شریعت سے کیوں ثابت نہیں "؟

اگر ختم بخاری بدعت نہیں تو ختم قرآن کو بدعت کیوں کہتے ہو "؟

حدیث نبوی کی کتاب کا ختم جائز ہے تو کلام اللہ کا ختم کیوں ناجائز ہے "؟

قارئین ان کے فتاویٰ کو دیکھیں، ان کے عمل کو پرکھیں۔ ان کے قول و عمل کے تضادات پر غور کریں اور پھر دیانت داری سے بتائیں کہ ان کے اس گورکھ دھندے کا کچھ سر و پیر ہے۔؟

ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق رشید احمد گنگوہی کا ارشاد

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے، اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۱۱ ج ۱)

اس کے برعکس مولوی حسین احمد کا ارشاد

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین (مکہ مدینہ) کو خصوصاً اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے۔ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔" (الشہاب الثاقب صفحہ ۴۲)

منیز یہی صاحب فرماتے ہیں: "وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ وہابیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے مسائل

ہیں وہ گروہ اہلسنت والجماعت کے مخالف ہو گئے جیسا کہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔" (الشہاب الثاقب صفحہ ۴۲)

قارئین:۔ اکابرین وہابیہ کے تضادات کی انتہا اور ان کی دو رُخی کا کمال دیکھئے۔

پہلا رُخ

وہابیہ کے مایۂ ناز مفتی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ یہ ہے کہ ابن عبدالوہاب اور اس کے مقتدیوں کے عقائد عمدہ تھے۔ ابن عبدالوہاب نجدی کا اور ان کے مقتدی اچھے ہیں اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔

دوسرا رُخ

صدر المدرسین مدرسہ دیوبند حسین احمد کا فتویٰ یہ ہے "ابن عبدالوہاب نجدی، ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اس کے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ تھے۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اہل سنت و جماعت کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت سمجھتا تھا۔ مسلمانوں کے مال و متاع لوٹ لینے کو حلال سمجھتا تھا۔ مسلمانوں کے لوٹے ہوئے مال و متاع کو مالِ غنیمت سمجھتا تھا۔ اس نے اور اس کے ساتھی ظالم لیڈروں قاتلوں نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور پورے علاقہ حجاز مقدس میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔"

رشید احمد گنگوہی کہتا ہے "وہابیہ کا مذہب حنبلی تھا۔ یعنی نجدی وہابی امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی تقلید کرتے تھے۔ حسین احمد کہتا ہے "وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں۔ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کو گالیاں دیتے تھے۔ رشید احمد کہتا ہے۔ عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں

فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔ یعنی وہابی گروہ اہلسنت و جماعت میں شامل ہیں۔ اور حسین احمد کہتا ہے: مسائل میں وہ گروہ اہلسنت والجماعت کے مخالف ہو گئے۔ لاحول ولا قوۃ۔ اور پھر:

اس پہ دعوے ہے پارسائی کا!

قارئین ضرور حیران ہوں گے کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ ایک شخص اور ایک ہی گروہ کے بارے میں ایک مسلک کا معتمد مایۂ ناز مولوی ایک بات کہتا ہے اور اسی مسلک کا صدر المدرسین اسی شخص اور اسی گروہ کے بارے میں اس بات کے خلاف کہتا ہے ایک اس کی تائید کر رہا ہے تو دوسرا تردید۔ ایک اسے ظالم، باغی، خونخوار فاسق قرار دے رہا ہے تو دوسرا اس کی تعریف و توصیف کر رہا ہے۔ ایک اس کے عقائد کو عمدہ بتاتا ہے تو دوسرا عقائد فاسدہ کا حامل ٹھہراتا ہے۔ ایک اس کو اپنا کہہ کر گلے لگاتا ہے تو دوسرا اسے یہود و نصاریٰ مجوس اور ہنود سے بھی زیادہ قابل نفرت و عداوت ٹھہرا کر اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ پیارے قارئین یہ ہے تو واقعی حیران کن بات اور مکمل چیستان وہابیہ لیکن واقفانِ حال کے لئے اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں، وہ چیستانِ وہابیہ کے راز کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کو بھی اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اگر آپ بھی اس سلسلہ میں کچھ جاننا چاہتے ہوں تو فقیر کی تصنیف "مکمل تاریخ وہابیہ" کا مطالعہ فرمائیں۔ خیر اب ایک مزید تماشہ دیکھئے۔

درود تاج کا پڑھنا ممنوع ہے

دیوبندی وہابیہ کا مفتی اعظم رشید احمد گنگوہی فتویٰ دیتا ہے:۔

"آنچہ فضائل درود تاج کہ بعض جہلہ بیان کنند غلط است وفساد آں بجز بیان شارع علیہ السلام معلوم شدن محال و تالیف ایں درود بعد مرور صدہا سال واقع شدہ پس چگونہ درد ایں صیغہ را موجب ثواب قرار دادہ شود و آنچہ در احادیث صیغہائے درود وارد شدہ آنہا ترک کردن و ایں را موجب ثواب جزیل پنداشتن و ساختن بدعت ضلالت است و حال

اگر دراں کلمات شرکیہ مذکور اند اندیشہ خرابی عقیدہ عوام است لہٰذا وردِ آں ممنوع است پس تعلیم درود تاج بہ اکثر جاہل عوام سپردن است کہ صدہا مردم بفساد عقیدہ شرکیہ مبتلا شوند موجب ہلاکت ایشاں گردد" (فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۲)

درود تاج کے جو فضائل بعض جہلاء بیان کرتے ہیں غلط ہے۔ اس کی قدر شارع علیہ السلام کے بیان کے سوا معلوم ہونا محال ہے۔ سینکڑوں سال گذر جانے کے بعد اس کی تالیف واقع ہوئی ہے۔ پس اس صیغہ کے ورد کو موجب ثواب کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور درود کے جو صیغے احادیث میں وارد ہوتے ہیں ان کو ترک کرنا اور اس کو موعود بہ ثواب جزیل جاننا اور ورد کرنا بدعت ضلالت ہے اور جب کہ یہ بات بھی ہے کہ اس میں کلمات شرکیہ مذکور ہیں اس لئے اس سے عوام کے عقیدہ کی خرابی کا اندیشہ ہے، لہٰذا اس کا پڑھنا ممنوع ہے پس درود تاج کی تعلیم دینا ایسا زہر عوام کے سپرد کرنا ہے جس سے سینکڑوں آدمیوں کا عقیدہ فاسد ہو کر شرکیہ عقیدے میں مبتلا ہو جائیں اور ان کی ہلاکت کا موجب بن جائے"

درود تاج کا پڑھنا جائز ہے

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ استفتاء - مورخہ ۸ جنوری ۱۹۶۵ء - ۱۷۹ / ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۴ ہجری - ۵۰۹ / ۱۶۸۹

مکرم محترم جناب قاری محمد طیب صاحب دام برکاتہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدمت والا میں عرض ہے کہ ہم کالج سے نکلے ہوتے ہیں لیکن مذہبی تعلیم کم ہونے کی وجہ سے بعض اوقات ہم کو بڑی الجھن ہو جاتی ہے۔ یہاں ایک عالم صاحب فرماتے ہیں پانچوں وقت نماز پڑھا کرو اور پانچ وقت کی نماز کے بعد درود تاج پڑھ لیا کرو۔ ہم دوسرے عالم صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا درود تاج کا پڑھنا قطعی منع ہے اور اس کا پڑھنے والا مشرک کافر ہے حرام ہے۔ خدارا ہم کو آپ اپنی تحقیق سے مستفید فرما کر ہم پر احسان عظیم کریں۔ بندہ عاجز محمد اسحاق بازار صرافاں راولپنڈی "

الجواب:- درود تاج کا پڑھنا جائز ہے۔ حرام کہنے والے کا قول غلط ہے"

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دار الافتاء الجامعۃ الاسلامیہ
دار العلوم دیوبند الہند

مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔

نوٹ :- اس فتوے کی اصل ہمارے پاس موجود ہے۔ خواہشمند حضرات دیکھ سکتے ہیں شائع کنندہ خواجہ محمد حبیب منصور صدر جمعیت الطلباء آزاد کشمیر بالالوات۔ دمقبول عام پریس لاہور)

قارئین پر فضل مشہور ہے کہ:-

"من چہ سرایم وطنبورۂ من چہ سراید"!

دیکھ لیجئے۔ ہے نا عجیب بات !! دونوں جانب ایک ہی مسلک "دیوبندیہ وہابیہ" کے سرکردہ پیشوا ہیں۔ ایک طرف رشید احمد گنگوہی مفتی اعظم دار العلوم دیوبند ہے اور دوسری طرف قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کہ اسی کے حکم سے مسعود احمد نائب مفتی دار العلوم دیوبند نے فتویٰ تحریر کیا ہے۔ دونوں اکابرین دیوبند کے فتوے موجود ہیں۔ تصویر کے دونوں رخ آپ کے سامنے موجود ہیں۔

ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر دیانت داری کے ساتھ بتائیں کہ ان میں کونسا فتویٰ صحیح ہے اور کونسا غلط ہے۔ اگر خود آپ اس چیستان وہابیہ کو سمجھ نہ سکیں، اس گورکھ دھندے کو سلجھا نہ سکیں تو کسی دیوبندی وہابی سے پوچھ کر ہی بتا دیں۔ کوشش کر دیکھئے۔ اس میں حرج ہی کیا ہے !؟

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۔ اور اگر یہ نہ کر سکو اور ہرگز کر بھی نہ سکو گے تو اس آگ سے ڈرو (اس نار جہنم سے بچنے کی کوشش کرو) جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (یہ آگ) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

واضح رہے کہ جو لوگ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں ازروئے شریعت، ازروئے قرآن و حدیث کافر ہیں۔ پس اب قارئین یہ فیصلہ کریں کہ اگر درود تاج کا پڑھنا رشید احمد گنگوہی کے فتوے کے بموجب ناجائز و حرام ہو تو اس کو جائز و حلال کہنے والے قاری محمد طیب اور مسعود احمد کیا ہوئے ؟؟ اور اگر درود تاج کا پڑھنا جائز و حلال ہے تو اس کو ناجائز

حرام کہنے والا رشید احمد گنگوہی کیا ٹھہرا؟ اور پھر جو شخص ان فتووں کو صحیح و برحق تسلیم کرتا ہو اس کے متعلق آپ کیا کہیں گے۔؟ فافہموا و تدبروا!

مسلمانانِ اہلسنت کو لازم ہے کہ ان گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے گندم نما جو فروش "دعاۃ علیٰ ابواب جہنم" یا دوزخ کے دروازوں پر بلانے والوں سے بچیں۔ خود ان سے دور رہیں اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دیں تاکہ ایمان سلامت رہ سکے اور نارِ جہنم سے بچ سکیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی لکھتا ہے

"اور بلا کے ٹالنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی محی الدین، کوئی غلام معین الدین، غرضکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء و اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے ہیں، سبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ!"
(تقویۃ الایمان)

"کوئی نام رکھتا ہے نبی بخش، کوئی امام بخش، کوئی علی بخش، کوئی پیر بخش، کوئی سیتلا بخش، کوئی گنگا بخش، سو اللہ تو ان کی نذر و نیاز کی پرواہ نہیں رکھتا وہ بہت بڑا بے پرواہ ہے، الحمدہ آپ ہی مردود ہو جاتے ہیں۔" (تقویۃ الایمان)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوےٰ

سوال: نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے؟
الجواب: ایسے نام موہم شرک ہیں، منع ہیں ان کو بدلنا چاہیئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۵۹ ج۱)

اکابرین وہابیہ کے بڑوں کے نام

بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی ولد شیخ اسد علی ولد غلام شاہ ولد محمد بخش۔ محمد بخش کے بھائی کا نام شیخ خواجہ بخش۔ خواجہ بخش کے نواسہ کا نام کرامت حسین۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی نے دیوبند میں مولوی مہتاب علی کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ مولوی عبد العلی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی کا مضمون قلمبند کر کے اسکا نام تحکی بر تحر کی رکھا۔ مولوی محمد یعقوب نانوتوی ولد مولوی مملوک العلی، مولوی مملوک العلی کے استاد کا نام مولوی قلندر بخش۔

ان کے دیگر مولویوں کے نام

مولوی نوازش علی، مولوی منصور علی، مولوی سخاوت احمد، مولوی مظفر حسین۔

دیوبندیوں کے مفتی اعظم رشید احمد گنگوہی بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش۔

ماں کا نام کریم النساء بنت فرید بخش۔ یعنی دادا اور نانا دونوں مشرک۔

مولوی رشید احمد کے بڑے بھائی کا نام عنایت احمد۔ اور استاد کا نام محمد بخش۔ یعنی بھائی اور استاد بھی مشرک۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی کا پر دادا مشرک، پر دادا کا بھائی مشرک، پر دادا کا نواسہ مشرک، مولوی عبد العلی یعنی علی کا عبد، ڈبل مشرک۔ مولوی مملوک العلی یعنی علی کا مملوک مشرک، اس کا استاد بھاری مشرک، مولوی نوازش علی یعنی علی کی نوازش سے پیدا ہوا۔ مولوی منصور علی یعنی علی کی مدد سے نوازا ہوا۔ مولوی سخاوت احمد یعنی احمد کی سخاوت کا نتیجہ۔ مولوی مظفر حسین یعنی حسین کی مدد سے ظفر یاب۔ یہ سب مشرک کر مولوی بنتے ہوئے بھی انہوں نے ان مشرکانہ ناموں کو قبول کئے رکھا۔ ان سب کے ماں باپ مشرک کہ جنہوں نے ان کے مشرکانہ نام رکھے۔ ان سے بڑا سی والے، اور تمام متعلقین مشرک کہ جنہوں نے ان کے مشرکانہ ناموں پر کچھ اعتراض نہ کیا۔ بلکہ ان مشرکانہ ناموں سے انہیں پکارتے رہے۔

قارئین اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کے اپنے کنبوں، خاندانوں اور متعلقین کا یہ حال ہو اور خود

ان لوگوں نے ان کو بھی کہ وہ ہوں ان کے انہیں مشرکانہ نام کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ انہی کی اولاد

یا رشتہ دار متعلقین کہلاتے ہیں۔ یہ کس منہ سے دوسروں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔؟

ع۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔؟

واضح رہے کہ دیوبندی وہابیہ کے اکابرین کے یہ نام۔ تذکرۃ الرشید اور سوانح عمری قاسم

نانوتوی مطبوعہ دیوبند سے نقل کئے گئے ہیں۔

نماز میں رسول اللہ کا تصور شرک ہے

اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

نماز میں زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے

اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب ہی کیوں نہ ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور

گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی

کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر

چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں

ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔" (صراط مستقیم ص۱۵۰)

نماز میں اشرف علی تھانوی کا تصور محمود ہے

مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ خاص مولانا عبدالماجد دریا بادی نے مولوی اشرف

علی تھانوی سے دریافت کیا کہ نماز میں جب تک میں آپ کا تصور کرتا ہوں نماز میں جی

لگتا ہے۔ یہ عمل محمود ہو تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ احتیاط رکھوں گا"۔......

.... تھانوی صاحب نے جواب ارشاد فرمایا۔

"محمود ہے جب کہ دوسروں کو اطلاع نہ ہو"۔ (حکیم الامت ص۵۲)

قارئین خود فرمائیں کہ اولیاء کرام اور سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے بارے میں کس قدر تنگ دل اور متعصب اور اپنے مولویوں کے بارے میں کس

ندارش عقیدہ اور فراغ دل واقع ہوئے ہیں۔ اولیاء عظام قدسنا اللہ باسرارھم اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا تصور نماز میں بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا اور شرک میں داخل ہے۔ بلکہ اشرف علی تھانوی کا نماز میں تصور محمود۔! اچھا اور لائق تعریف ہے۔!

وہابی صاحبان نماز پڑھتے ہوئے زنا کے وسوسے میں ڈوبے رہیں، اپنی بیوی کی مجامعت کے خیال میں لطف اندوز ہوتے رہیں یا اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں لگے رہیں یا اپنے مولویوں کے تصور میں جی لگائے رکھیں تو ان کی نماز میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کسی ولی اللہ یا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور نماز میں آجائے تو ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَاٰی الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے مظہر ہیں۔ حضور کا ہر آن تصور عین ایمان ہے۔ بخاری، مسلم اور دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان عین حالت نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور میں رہتے تھے۔ حضور کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوتے تو حضور انور کے چہرۂ اقدس کا دیدار کرتے تھے۔ ان کے نفوس قدسیہ عشق رسول میں ڈوبے رہتے تھے۔ محبت و تعظیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار رہتے تھے۔

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور مشائخ و علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازی تشہد میں السلام علیک ایھا النبیُّ و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کرے اور دل میں حاضر سمجھ کر سلام عرض کرے کہ نیز السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین پڑھتے وقت تمام اولیاء اللہ کو سلام کہنے کی نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جب نمازی السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین پڑھتا ہے اس کا سلام آسمانوں اور زمین کے تمام اولیاء اللہ کو پہنچتا ہے۔ علماء نے حق فرماتے ہیں۔

آنکس کہ در نماز نہ بیند جمالِ یار — فتویٰ دہیم کہ نمازش قضا کنند

جس نمازی کو نماز میں جمالِ یار حاصل نہ ہو ہمارا فتویٰ ہے کہ وہ شخص اپنی نماز دوبارہ پڑھے کہ اس کی نماز ہی صحیح نہ ہوئی۔ لیکن یہ اشقیاء وہابیہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا انداز میں تصور اجاگر ہونے کے وسوسے، ابی ابی کی مجامعت اور بیل و گدھے کی صورت میں
مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے اور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم۔ وہابی مولویوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے مسلمان سوچیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟

علمائے غیر مقلدین (اہلحدیث)

وہابیہ کی ایک شاخ گروہ "غیر مقلدین" ہے جو ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک قرار دیتا ہے۔
اور تصوف کا شدید مخالف اور منکر ہے۔ دیگر وہابیہ سے اس گروہ کا اختلاف صرف مسئلہ تقلید
میں ہے۔ ورنہ عقائد کے لحاظ سے تمام وہابی یکساں ہیں۔ دیوبندی وہابیہ کا مفتی اعظم رشید احمد
گنگوہی صاف اقراری ہے کہ عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں، البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۸)

۱۸۸۸ء تک غیر مقلدین خود کو فخر کے ساتھ وہابی کہلاتے رہے۔ "۱۸۸۸ء میں برٹش گورنمنٹ
کی منظوری سے "اہلحدیث" کہلانے لگے"۔ یعنی یہ لوگ "اہل حدیث میڈ ان انگلینڈ
(MADE IN ENGLAND) ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کا سرگروہ مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی
(دیکھو دیوبندی مولوی احمد علی کا شیرانوالہ دروازہ لاہور کا داماد ہے) لکھتا ہے "مولوی محمد حسین بٹالوی
نے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش
سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔
آپ نے حکومت برطانیہ کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔ انہوں نے ارکان جماعت اہل
حدیث کی ایک دستخطی درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعہ سے وائسرائے ہند کی خدمت
میں روانہ کی، اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب
نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا (لندن) کو بھیجی۔ وہاں سے
حسب ضابطہ منظوری آگئی کہ آئندہ وہابیوں کے بجائے "اہلحدیث" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ لیفٹیننٹ
گورنر پنجاب نے اس کی باقاعدہ اطلاع مولوی محمد حسین کو دے دی۔" (سیرت ثنائی صفحہ ۳۷۲ - مقدمہ حیات

سید احمد شہید ساز محمد جعفر تھانیسری)

غیر مقلدین کے متعلق حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ارشاد

"متعصب غیر مقلد کہ فی زمانہ دعویٰ حدیث دانی و عمل بالحدیث کرتے ہیں حاشا وکلا کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہلحدیث کے زمرہ میں کب شامل ہو سکتے ہیں؟ بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں ان کے اختلاط سے احتیاط چاہتے؟" (امداد المشتاق ص۳ مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی)

قارئین غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیث) کے تعارف میں فقیر اس رسالہ میں زیادہ تفصیل بیان نہیں کرتا اس لئے کہ یہ تاریخی موضوع ہے۔ اگر آپ مفصل معلومات حاصل کرنا چاہیں تو فقیر کی تصنیف "مکمل تاریخ وہابیہ" کا مطالعہ کریں۔ دیگر وہابیہ کی طرح گروہ غیر مقلدین بھی ابن عبدالوہاب نجدی کا پیرو ہے۔ غیر مقلدین بھی سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے متبع ہیں۔ اور دیگر وہابیہ کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شدت کے ساتھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارہم کی شان میں گستاخ ہیں۔ علوم غیبیہ، تصرفات کا کلی کے ساتھ انکار کرتے اور نفوس قدسیہ سے توسل و استمداد کو شرک کفر قرار دیتے ہیں۔ لیکن کس قدر تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ دیگر وہابیہ کی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے حق میں جن امور کا انکار کرتے ہیں یہی امور اپنے مولویوں کے حق میں ثابت کرتے ہیں۔

قارئین۔ ان لوگوں کے فتاویٰ بھی دیکھ لیں اور پھر ان کے اعمال دیکھ کر اندازہ لگائیں کہ کس قسم کے لوگ ہیں۔

پیشوائے وہابیہ مولوی ثناءاللہ امرتسری لکھتا ہے

"ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے۔ کوئی نبی، کوئی ولی، کوئی فرشتہ اس صفت سے موصوف نہیں، جو شخص کسی نبی یا ولی کو علم غیب سے موصوف سمجھے قرآن و حدیث کی تصریحات کی رُو سے وہ شخص مشرک منکر قرآن ہے۔ اور منکر حدیث اور حسب لحاظ

حنفیہ کافر ہے۔" (شمع توحید ص۲۷-۲۸)

"لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسني السوء" چونکہ میں غیب نہیں جانتا اس لیے میں اپنے لیے بہت سی بھلائی جمع نہیں کر سکا۔ اس لیے مجھے تکلیف بھی ہوتی رہتی ہے۔ ہمارے مخالف کہا کرتے ہیں کہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے نہ وہبی کا ہم تو علم وہبی کے قائل ہیں نہ کہ ذاتی کے۔ منطقی اصطلاح جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ عذر غلط ہے کیونکہ جس سے (استکثار خیر اور عدم مس سوء) کو مقدم کی تالی خدا نے بنایا ہے وہ ذاتی علم سے مخصوص نہیں بلکہ وہبی عطائی اور کسبی کو بھی شامل ہے۔ (ص۲۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی غیب کا اتنا علم تھا جو انہوں نے بذریعہ قرآن و حدیث امت تک پہنچا دیا اس سے زیادہ نہیں۔" (ص۲۳) "پس صاف ظاہر ہے کہ اشیاء تمریہ اور تجربہ اور واقعات جو بجز قرآن و حدیث میں مذکور نہیں ہیں، ان کا علم حضور علیہ السلام کو نہ تھا۔" (ص۲۳)

"قرآن مجید کی رُو سے بعض کام ایسے ہیں جن میں ایک انسان دوسرے کی مدد کر سکتا ہے مثلاً بیمار کے لیے معالج کا بلانا اور دوا دینا، روپیہ پیسے سے کسی کے کام آنا، کسی کے کام میں سعی و سفارش کرنا وغیرہ ایسے کاموں میں ایک دوسرے سے مدد مانگنا اور مدد کرنا جائز ہے۔ ان کاموں کے علاوہ ایسے کام بھی ہیں جو قدرت کاملہ الٰہیہ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ اولاد بخشنا، بیمار کو صحت دینا، رزق فراخ کرنا وغیرہ یہ سب کام انسانی طاقت سے بالاتر ہیں۔ ان میں کسی مخلوق سے مدد مانگنا جائز نہیں۔" (شمع توحید ص۳۰)

"بیماری عسر کو دفع کرنا، دشمن پر فتح یا دفع بلا، طوفان سے نجات وغیرہ قرآن مجید میں ان سب کاموں کو خدا کے قبضے میں بتایا ہے۔" (ص۱۳)

قارئین پر یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری گروہ غیر مقلدین میں کیا رتبہ رکھتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی شان

حضرت جی کی مدح و ثناء اللہ نے ہر جگہ پھیلا دی ہے جو اس صدی کا مجدد ہوا اپنے زمانہ کا امام

دینِ وفن ِ مناظرہ میں امام ہے۔ وہی جو مجسمِ اخلاق ہے، وہی جو فخرِ آفاق ہے۔ وہی جو فراعینِ بدعت کے لئے جلالِ موسوی کو جمالِ محمدی کی صورت میں لایا ہے۔ وہی جس نے دجاجلۂ زمان کے لئے ضربِ عیسوی کو اخلاقِ محمدی کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔ وہی جس نے جالوتِ شرک پر داؤدی حربہ کو مصطفائی شیریں کلامی سے مبدل کر دیا ہے۔" (شمعِ توحید ص۱۱)

قارئین - نے غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کی شان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائی اور اس کے ارشادات بھی دیکھ لئے۔ اب انہی کے ارشادات کی روشنی میں دیکھتے جایئے کہ غیر مقلدین کے کون کون اکابر فراعینِ بدعت، دجاجلۂ زماں اور جالوتِ شرک کے مصداق ثابت ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین کا امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فریاد و استغاثہ کرتا ہے۔

مَالِیْ وَرَآءَکَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ یَارَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ بِبَاقِیْ (نفح الطیب)

میرے لئے حضور کے سوا کوئی فریاد رس نہیں ہے، پس اے رحمۃ للعالمین میرے فاقے پر رحم فرمایئے۔

قارئین حضرت مظہر جانجاناں علیہ الرحمۃ نے غوث اعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدسنا اللہ باسرارہم سے یوں استغاثہ کیا۔

کفت مظہر غزلے بہر جگر گوشۂ تو   غوث اعظم مددے قبلۂ پاکاں مددے

چونکہ نجدی وہابی نفوسِ قدسیہ سے فریاد کرنے اور استغاثہ کو کفر و شرک سمجھتے ہیں اس لئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنے امام قاضی شوکانی سے فریاد و استغاثہ کیا ہے۔

زمرۂ سلفے وافتادہ بہ ارباب سخن   شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

(دیوان نفح الطیب)

مولانا عبد الحی رسالہ "ابراز الغی الواقع فی شفاء العی" میں لکھتے ہیں "یہ عجیب بات ہے کہ صدیق حسن خان ایسے لوگوں سے ہے جو ندائے اموات و استمداد کو خاصہ مواضع بعیدہ سے حرام سمجھتے ہیں پھر شوکانی سے ندا کیونکر جائز ہو گئی ؟؟ بہر حال آپ یہ بتائیں کہ تعریفاتِ وہابیہ کی رو سے نواب

صدیق حسن خان بھوپالی کا شجرہ کسی وہابی مولوی ملا سے پوچھ کر بتایئے۔

قبر والے کی شکایت، علم غیب

قاضی سلیمان منصور پوری جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو مال روڈ پر حیات ہاؤس، کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ میاں فضل کریم صاحب بن حاجی حیات محمد صاحب مالک مکرم کا بیان ہے کہ جس مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے، اس کے قریب ہی ایک خانقاہ تھی جو اکھڑی ہوئی تھی۔ ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی قبر ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے کہا: آج رات ہمیں وہ بزرگ ملے اور کہا کہ قاضی جی! آپ اتنی بار یہاں آئے مگر ہمیں ایک بار بھی نہیں ملے؟! پھر فرمایا: وہ بہت نیک اور صالح آدمی ہیں۔ فلاں جگہ کے رہنے والے تھے ادھر سے گذر رہے تھے کہ انتقال ہو گیا۔" میاں فضل کریم کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب ہم نے اس کی تحقیق کی تو وہ باتیں ویسی ہی ثابت ہوئیں جو قاضی صاحب نے بیان فرمائی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا نام و پتہ بھی قاضی جی نے مجھے بتا دیا تھا۔" (کرامات اہلحدیث صفحہ ۴۲)

قارئین! اس حکایت سے واضح ہوتا ہے کہ اصحاب قبور کو عالم برزخ میں رہتے ہوئے اس قدر علم و شعور اور ادراک حاصل ہوتا ہے کہ دنیا کے حالات سے باخبر رہتے ہیں یا ملنے جلنے والوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ چنانچہ قاضی منصور پوری کے متعلق قبر والے نے جان لیا کہ یہ صاحب یہاں سے قریب محلہ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن مجھ سے ملنے نہیں آتے۔ نیز یہ کہ صاحب قبر نے قاضی صاحب کا نام تک جان لیا اور پہچان لیا کہ یہ صاحب بڑے مرتبہ کے ہیں۔ اسی لئے ان کا نام لے کر شکایت کی کہ "قاضی جی! آپ اتنی بار یہاں آئے مگر ہمیں ایک بار بھی نہیں ملے؟!" اس سے مُردوں کے لئے علم غیب کا اثبات بھی ہوا۔ پھر قاضی صاحب موصوف کے علم غیب کے کیا کہنے کہ انہوں نے ہسٹری تک بیان کر ڈالی۔ انہیں صاحب قبر کے بارے میں یہ علم ہو گیا کہ اپنی دنیاوی زندگی میں نیک عمل کرنے والا صالح آدمی تھا۔ فلاں مقام کا باشندہ تھا، اس کا نام یہ ہے اور اس کی موت کیونکر واقع ہوئی۔ یہ رخ تو ہے ان وہابیہ کا اپنے مولویوں کے متعلق۔ لیکن ۔

اسکے برعکس

ان کا فتویٰ یہ ہے "ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے کوئی نبی کوئی ولی کوئی فرشتہ اس صفت سے موصوف نہیں جو شخص کسی ولی یا نبی کو علم غیب سے موصوف سمجھے قرآن و حدیث کی تصریحات کی رُو سے وہ شخص منکر قرآن ہے اور منکر حدیث اور حسب فتوائے حنفیہ کافر ہے" (شمع توحید ص ۲۵-۲۶)

اب ہم بتاتا وہابی مولویوں کے نزدیک یہ ہے کہ قاضی سلیمان منصور پوری اور اس کے معتقد کیا ٹھہرے؟؟

مجدد الف ثانی سے بیداری میں ملاقات

"صوفی حبیب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ سنہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خان شاہ کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی جی (قاضی سلیمان منصور پوری) کو اپنے ساتھ لے لیا حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے، تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہیئے ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال ہی کر رہے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو۔ ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے" (کرامات اہلحدیث ص ۲۲)

لیجیئے۔ بات بات پر مسلمانان اہلسنت کو مشرک و کافر ٹھہرانے والے نام نہاد، موحدین یعنی میڈان انگلینڈ اہلحدیث، وہابیہ نے دانستہ یا نادانستہ اپنے ہاتھوں اپنے ہی مذہب کا جھٹکا کر ڈالا۔!

تنگ ہے سو خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

ان لوگوں نے مقبولانِ بارگاہِ رب العزت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء عظام قدسنا اللہ باسرارھم کی شان میں گستاخی بے ادبی اور سفیہ دہنی کا شیوہ اختیار کیا۔ ان کے خدا داد فضائل و محاسن کا انکار کیا۔ انہیں عام انسانوں کی طرح، بے بس لاچار و عاجز ٹھہرایا۔ بلکہ عام انسانوں کی سطح سے بھی نیچے گرا کر کفار کے معبودانِ باطل دیوی دیوتاؤں میں شمار کیا۔ حتیٰ بھوتوں اور شیطانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ یہاں تک کہ سید الاوّلین والآخرین، رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب و تصرف بعطائے الٰہی کی بھی تردید کی۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق نفوسِ قدسیہ سے توسل و استمداد کرنے والے فرزندانِ توحید، مسلمانِ اہلسنت کو مشرک و کافر قرار دیا۔ تو اللہ عزوجل نے ان منہ پھٹ، اشقیاء وہابیہ کو ان کے ناقابلِ معافی جرائم کی پاداش میں مردود و مقہور کر کے دینِ اسلام سے نکال باہر کیا۔ ان سے فہم قرآن و حدیث کو چھین لیا۔ اور ان کو نورِ اسلام سے محروم کر کے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ بنا کر چھوڑ دیا۔

اس کے نتیجہ میں یہ لوگ شیطانی توحید میں پھنس کر گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور نوبت بہ اینجا رسید کہ انہیں کچھ سوجھتا ہی نہیں کہ یہ خود کہہ کیا رہے اور کر کیا رہے ہیں۔ چنانچہ یہی وہابی جو سماعِ موتیٰ کے منکر ہیں۔ اصحابِ قبور کو اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ سمجھتے ہیں۔ مدفون اولیاء اللہ کے علم و ادراک کا انکار کرتے۔ ان کے تصرفات کی نفی کرتے اور انہیں جمادِ مطلق قرار دیتے ہیں۔ اپنے خانہ ساز بزرگوں کی شان جتلانے کے شوق میں انہی امور کا اثبات کرنے لگتے ہیں۔ متذکرۃ الصدر حکایت میں ان کے منہ بولے شرک کی کتنی باتیں موجود ہیں۔؟ قارئین غور فرمائیں۔ غیر مقلد وہابیہ کے بزرگ ضیاء معصوم صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی قبر کی زیارت کے قصد سے پٹیالہ سے سرہند شریف تک سفر کیا۔ وہابیہ کی نوکِ زبان اور نوکِ قلم رہنے والی حدیث مبارکہ۔ لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد کی صریحاً خلاف ورزی کی۔ بھاری شرک کیا۔ اس ناجائز سفر میں اپنے ساتھ غیر مقلدین کے پیشوا قاضی سلیمان منصور پوری کو بھی لے گئے۔ ناقابلِ معافی جرم کیا۔ قاضی صاحب نے اس خلافِ شرع

سفر پر کچھ اعتراض نہ کیا۔ بلکہ شریکِ جرم بن گئے۔ اور شرک کے مرتکب ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی قبر پر ضیاء معصوم نے مراقبہ کیا۔ ڈبل شرک، غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونا شرک صریح، میت کو زندہ، صاحبِ علم و ادراک سمجھا۔ انتہائی شرک۔ من دون اللہ۔ مدفون کو سمیع و بصیر جانا۔ بھاری شرک، قاضی جی نے دل میں کہا کہ خدا یا ان بزرگوں نے کیسی کوئی رازکی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہیئے! قاضی جی کا نہ عقیدہ رکھنا کہ مُردے زندوں سے ملاقات کرتے اور ان سے گفتگو کرتے ہیں۔ مہا بھاری شرک! قاضی جی اپنے دل میں یہ خیال کر کے اٹھنے لگے تو۔ صاحبِ قبر نے قاضی جی کے دل میں پوشیدہ بات کو جان لیا۔ واللہ علیم بذات الصدور، قرآن کے صریحاً خلاف۔ کروڑوں شنکھ نیل شرک! پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنی قبر سے بصورت زندہ باہر نکل آئے اور قاضی جی کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور قاضی جی کا اصلی نام لے کر فرمایا: سلیمان! بیٹھے رہو ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے"!

قارئین بتائیں کہ کس درجہ کا شرک ہوا؟ یعنی صاحبِ قبر نے پہچان لیا کہ یہ ضیاء معصوم صاحب ہیں۔ اور یہ سلیمان صاحب ہیں۔ پھر اس صراحت کا کیا کہنا کہ "یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے"!

قارئین، گم سُم کیوں ہو گئے؟ کچھ تو کہیں۔ ان نام نہاد موحدین، صفائی توحید والوں کے بارے میں بھی"! ہاں۔ ہاں فرمائیے ؎

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

تعلّی کی انتہاء

جب آپ (قاضی سلیمان منصور پوری) حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد نبوی کے پیش امام آپ کی بہت مدارات کرنے لگے۔ ایک دن جب آپ اٹھے تو امام صاحب جوتیاں سیدھی کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: یہ کیا؟ یہ بات امام صاحب نے کہا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محمد سلیمان ہمارا مہمان ہے۔ اس کی

مدارات میں فرق نہ کرنا"! (کرامات اہلحدیث صفحہ ۵۵)

لاحول ولاقوۃ۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے :- "اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" (بخاری) یعنی ؎

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

قارئین! للہ انصاف کریں۔ کہ وہابیہ نے یہ کیا اندھیر مچا رکھا ہے۔ اگر مسلمانانِ اہلِ سنت سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ بعطائے الٰہی آپ دانائے غیوب ہیں تو تمام وہابیہ سیخ پا ہو جائیں، منہ سے جھاگ بھر بھر کر شرک و کفر کی گردانیں سنانے لگ جائیں۔ اور سب و شتم کرتے ہوئے طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیں۔ لیکن دوسری طرف ان کا اپنا یہ حال ہے کہ اپنے نام نہاد بزرگوں کی بندگی ثابت کرنے کی خاطر تمام تر حدود و قیود کو پھلانگتے چلے جائیں، فرضی افسانے تراش کر زمین و آسمان کے قلابے ملاتے چلے جائیں تو کسی وہابی کی رگِ وہابیت نہیں پھڑکتی"! اس وقت انہیں سانپ سونگھ جاتا ہے بعض اس لئے کہ یہ ان کے اپنے گھر کا معاملہ ہے۔ اس افسانے میں غیر مقلد مولوی قاضی سلیمان منصور پوری کا وہ مرتبہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے بذاتِ خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ اس عظیم الشان ہستی کی خاطر مدارات اور مہمان نوازی میں کچھ کوتاہی واقع نہ ہو جائے۔ تاکہ کہیں آسمان نہ ٹوٹ پڑے، نظامِ عالم درہم برہم نہ ہو جائے۔ لہذا حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنفسِ نفیس مسجد نبوی کے پیش امام کو یہ تاکید فرمانا ضروری سمجھا کہ "محمد سلیمان ہمارا مہمان ہے، اس کی مدارات میں فرق نہ کرنا"! اور حسب فرمانِ حضور، مسجد نبوی کے پیش امام، قاضی جی کی جوتیاں تک سیدھی کرنے لگ گئے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ:-

" شرم چہ گتی ست کہ پیش مرداں آید"؟

اس حکایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانائے غیوب ہیں۔ تمام لوگوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ ان کے حالات سے باخبر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کے نام اور مقام و مرتبہ کا بھی علم ہوتا ہے۔ حضور انور مدینہ منورہ میں آنے والوں سے

ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق برتاؤ کرتے ہیں۔ فلیسکوپ

اس کے برعکس

پیشوائے وہابیہ اسمٰعیل دہلوی اعلان کرتا ہے:-

"سو اول بات یہ کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی، دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اُجالے میں، آسمانوں میں یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں۔"

"کسی نبی اور ولی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام و امام زادے کو، بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔"

"اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں، جیسے بیماری و تندرستی، کشائش و تنگی، مرنا جینا، غم و خوشی، سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے، وہ سب سُن لیتا ہے۔ اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے۔ سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔"

(تقویۃ الایمان)

قارئین! کسی قسم کے تعصب اور جانبداری سے دور رہ کر وہابیہ کے اقوال کو بھی دیکھتے جائیں اور ان کے عمل کو بھی پرکھتے جائیں۔ اور پھر پوری دیانتداری سے بتائیں کہ مذہب وہابیہ ایک مکمل چیستان ہے یا نہیں۔؟

قاضی سلیمان کے علمِ غیب کی وسعت

مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے درد کمر کی شدید شکایت رہتی تھی اور اسی وجہ سے میں نماز باجماعت ادا کرنے سے معذور تھا۔ کیونکہ اکثر اہلحدیث صبح کی نماز

میں لمبی قرأت کرتے ہیں۔ اور میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک دن میں قاضی جی کی مسجد میں نماز صبح کے لئے چلا گیا۔ قاضی صاحب سورۂ آلِ عمران پڑھ رہے تھے۔ ڈیڑھ رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے درد شروع ہو گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اب نماز چھوڑ دوں۔ معاً قاضی جی نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی مختصر قیام کیا اور سلام پھیر دیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی۔ کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھئی حضور کا حکم ہے۔ مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے"۔ مولوی حسین احمد کہتے ہیں کہ تین چار یوم کے بعد پھر ایک دفعہ نماز میں شامل ہوا تو ایسا ہی اتفاق ہوا۔ جب مجھے درد شروع ہوا اور میں جی میں یہ سوچنے لگا کہ نماز چھوڑ دوں یا نہ۔؟ تو قاضی جی نے قرأت ختم کر دی اور اختصار سے کام لیا۔ قریباً آٹھ مرتبہ میں نے آزمایا۔ حالانکہ میں جماعت کے ساتھ بعد میں شریک ہوتا تھا اور قاضی جی کو میری آمد کا کوئی علم نہ ہوتا تھا۔ اس سے میں نے یقین کر لیا کہ آپ صاحبِ کشف ہیں" (کرامات اہلحدیث ص۱۲۷)

علم مافی الصدور

پروفیسر عبدالرحمان صاحب بی، اے علیگ جو قاضی صاحب کے شاگرد رشید اور خاص عزیز رہے ہیں۔ بیان فرماتے ہیں کہ بارہا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب کسی مسئلہ کے متعلق ہمارے دل میں شک و شبہ پیدا ہوتا اور ہم اعتراض کرنا چاہتے تو آپ پہلے ہی سے اس کا جواب دے دیتے جس سے ہماری تسلی ہو جاتی۔ (کرامات اہلحدیث)

اپنی موت کا علم

آپ (قاضی سلیمان) مسجد مکی گراں میں ۳۰ سال تک وعظ کہتے رہے۔ جب ۱۹۳۰ء میں حج کو روانہ ہونے لگے تو نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ میرا یہ آخری جمعہ ہے۔ اگر اس اثنا میں کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو کہہ دے، میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ تاڑ گئے کہ معلوم ہوتا ہے اب آپ واپس نہیں آئیں گے۔ آپ کو کشف کے طور پر اپنی

موت کا علم ہو چکا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ واپسی پر آپ جہاز میں انتقال فرما گئے۔ (کرامات اہلحدیث)

علم ما فی الارحام

جب آپ حج کو جا رہے تھے تو فرمایا کہ عبدالعزیز کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا۔ (یعنی اپنا پوتا) اس کا نام معزالدین حسن رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (کرامات اہلحدیث صفحہ ۲۵)

دوسروں کی وفات کا علم

پٹیالہ میں ایک گینڈے شاہ نامی مستانہ فقیر تھا۔ جو ہر وقت شراب میں مخمور رہتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجات بر آتی ہیں۔ چنانچہ جو شخص آتا شراب ہی لے کر اس کے پاس آتا۔ ایک بار قاضی جی کا ادھر سے گزر ہوا۔ وہ احترام کے طور پر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے فرمایا۔ سائیں جی شراب حرام ہے اس سے تائب ہو جائیے۔ اب آپ کے آخری دن ہیں"! گینڈے شاہ نے اسی وقت توبہ کر لی۔ اور تمام شراب پھینک دی۔ پھر جو کوئی شراب لاتا پھینک دیتا۔ چنانچہ اس واقعہ سے تین دن کے بعد انتقال کر گیا۔ اور شیرانوالہ گیٹ کے پاس مدفون ہوا" (کرامات اہلحدیث صفحہ ۲۳)

علم ما فی الارحام و تصرف

فضل الدین زمیندار ساکن .... کا بیان ہے کہ میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا۔ پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گائے بھینس خریدی جا سکتی۔ ایک بوڑھی سی بھینس تھی جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ اب گابھن نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے۔ میں نے مولانا غلام رسول صاحب قلعوی سے عرض کیا کہ دعا کریں خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے"! آپ نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے۔ اور عنقریب بچہ دینے والی ہے اور وہ مدت تک دودھ دیتی رہے

کی تصرف کر دیں گے؟" فضل الدین کا کہنا ہے کہ تاریخ مقررہ سے پہلے دونوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی اور قریب آگیا وہ دفعہ اس کے بعد سوکھ گئی (دیکھ دیا) اور مدت دراز تک وہ دودھ دیتی رہی۔
(کرامات اہلحدیث ص۱۳)

اولاد دینا

موضع لکھوکی سے کچھ فاصلے پر ایک "جھیل" نامی گاؤں تھا، یہاں کا سردار جلال الدین عرف جگو بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا۔ جگو کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں مگر پھر بھی وہ اولاد سے محروم تھا۔ پنجاب میں یہ رواج ہے کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ پیروں فقیروں، جوگیوں، مست قلندروں، خانقاہوں اور قبروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے۔ جگو بھی اسی خیال کا آدمی تھا۔ اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں ڈھونڈتا۔ ایک بار اسے پتہ چلا کہ فیروز پور شہر میں ایک مستانہ ہے جو مجذوب ہے اور بالکل ننگ دھڑنگ رہتا ہے۔ وہ اس کے پاس گیا اور اس سے بیٹا مانگا۔ مجذوب بولا: "نالائق اگر بیٹا لینا ہے تو لکھوکی جا۔" جگو نے دل میں کہا: "وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں، بھلا وہاں بیٹا کیسے ملے گا؟" جگو اس مستانہ کے اشارہ پر لکھوکی پہنچا اور مولانا عبدالرحمان سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مولانا عبدالرحمان صاحب نے کہا کہ میں دعا تو کر دیتا مگر تو منکر قرآن ہے تیرے حق میں میری دعا قبول نہ ہوگی۔ جگو نے کہا: "میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے؟" آپ نے پوچھا کہ تیری کتنی بیویاں ہیں؟ اس نے کہا: "سات۔" آپ نے فرمایا: "قرآن تو چار سے زیادہ اجازت نہیں دیتا، پھر تو نے سات کیوں کی ہیں؟" اس نے کہا: "جو حکم ہو میں اس پر عمل کروں۔" آپ نے فرمایا کہ تین کو طلاق دے دے، گاؤں میں مسجد بنا، خود نماز پڑھنے کا اقرار کر اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کر تو میں تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے دعا فرمائی، خدا کی قدرت اگلے ہی سال اس کے ہاں فرزند تولد ہوا۔ وہ دوڑا دوڑا آیا اور مولانا کو لے جانا چاہا مگر آپ نہ گئے اور کہا کہ یہیں لے آ

نہ ہو کہ عوام یہ سمجھنے لگیں عبدالرحمان نے بیٹا دیا ہے۔" (کرامات اہلحدیث صفحہ ۱۳)

قارئین غور کریں کہ اس کہانی میں کیونکر اضافی رنگ بھرا گیا ہے۔ موجودہ دور میں کوئی بھی مسلمان بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا، خواہ وہ دنیا کا ظلم یا صدر مملکت ہی کیوں نہ ہو۔ پھر کسی زمیندار کی کیا مجال کہ وہ بیک وقت سات بیویاں رکھے اور پھر برادری اور دیگر مسلمانوں کے غیظ و غضب سے بچا رہے۔ کہانی میں یہ رنگ آمیزی بعض مسلمانان اہلسنت کی تضحیک و توہین اور اپنے مولوی جی کی تقدس مآبی کا سکہ جمانے کیخاطر کی گئی ہے بہر حال فقیر تو اصل موضوع کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے جو ان تشریحات و ایقان کا اصل مقصود ہے کہ ان کا مولوی عبدالرحمان لکھنوی ایسا سیف زبان تھا۔ اللہ رب العزت کے ہاں اس کی اس قدر رسائی تھی کہ زبان سے نکلی ہوئی بات مل نہ سکتی تھی۔ جو کچھ وہ کہہ دیتا اللہ تعالےٰ وہی کچھ کر دیتا تھا۔ کسی کی حاجت روائی، کسی کی مشکل کشائی اور کسی کو اولاد بخشی، غرضیکہ لوگوں کی مرادیں، پوری کرنے کے لئے غیر مقلد مولوی عبدالرحمان کے صرف لب ہلانے اور زبان کو حرکت دینے ہی کی دیر ہوتی تھی۔ کہانی کے انداز یہی بتا رہے ہیں، راوی کا طرز بیان بھی یہی کچھ ظاہر کر رہا ہے کہ مشیت الٰہی ان کے مولوی جی کی مشیت کے تابع تھی۔ اسی لئے ایک ننگ دھڑنگ مجذوب استانے کی زبان سے یہ کہلوایا جا رہا ہے کہ "یہ نالائق اگر بیٹا لینا ہے تو لکھوکی جا۔" حالانکہ مذہب وہابیہ میں اس طرح کی بات شرک صریح میں داخل ہے۔ مگر چونکہ یہ بات ان کے اپنے مولوی جی کی شان بڑھانے کی خاطر کہی جا رہی ہے۔ اس لئے تعزیرات وہابیہ کی کوئی دفعہ عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ فخریہ طور پر اس کی نشر و اشاعت بھی کی جا رہی ہے اور انعام میں ایک ننگ دھڑنگ مجذوب مستانے کے حق میں علم غیب بھی تسلیم کر لیا گیا!

اس کے علاوہ مولوی جی کا پورے وثوق سے یہ کہنا "میں دعا تو کر دیتا۔ مگر۔۔۔۔ اور جب دعا کر دی تو پتھر کی لکیر بن گئی۔ جس کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ اگلے ہی سال اس کے ہاں لڑکے کو تولد ہونا ہی پڑ گیا۔ اور پھر مولوی جی کا بڑے ناصحانہ انداز کے ساتھ فرمانا "کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام یہ سمجھنے لگیں عبدالرحمان نے بیٹا دیا ہے" اللہ۔ اللہ۔ اتنے بڑے اشتہار۔ اور پھر

نفسی ہا اور کسر نفسی بھی ایسی جس پر ہزاروں تعلیاں قربان ہوں !

قارئین، آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ لوگ جو نفوس قدسیہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء عظام قدسنا اللہ باسرارہم کے لئے علم غیب عطائی و تصرف باذن اللہ تعالٰی کو تسلیم نہیں کرتے حتٰی کہ سید الانبیاء محبوب کبریا خلیفۃ اللہ الاعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے خداداد فضائل کے بھی منکر ہیں، کس وسعت قلبی سے اپنے خانہ ساز مشائخ کے لئے وہ سب امور ثابت کر رہے ہیں۔ ان کے نام نہاد علماء کو اس قدر علم غیب حاصل ہے کہ نماز کی امامت کرتے ہوئے اپنے مقتدیوں کے حالات و کوائف سے باخبر رہتے ہیں یہاں تک کہ بعد میں شریک جماعت ہونے والے کسی مقتدی کے جسم میں کوئی تکلیف لاحق ہو جائے تو انہیں فوراً علم ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ان کو پتہ لگ جاتا ہے۔ انہیں اپنی وفات کے وقت کا علم بھی رہتا ہے۔ اور دوسروں کے وقت وفات کو بھی جان لیتے ہیں۔ علم ما فی الارحام بھی انہیں حاصل ہے۔ ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس عورت کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی۔ یہ لوگ اس کی خبر دے کر پیدا ہونے والے بچوں کے نام تک تجویز فرما دیتے ہیں۔ انہیں علم غیب پر اس قدر دسترس حاصل ہے کہ حیوانات کے احوال بھی ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مادہ گابھن ہے یا نہیں۔ جس گائے بھینس کے متعلق اس کے مالک یہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے گابھن ہونے یا دودھ دینے کے قابل نہیں رہی وہابی مولوی فرما دیتے ہیں کہ یہ گابھن ہے عنقریب بچہ دینے والی ہے۔ مدت تک دودھ دیتی رہے گی۔ اور ان کے فرما دینے سے وہ کمزور بوڑھی گائے بھینس سچ مچ دودھ دینے لگتی ہے۔ اور پھر مرنے کا نام تک نہیں لیتی بار بار گابھن ہوتی بچے جنتی اور متواتر دودھ دیتی ہی رہتی ہے۔ یہ تو ہے وہابی مولوں کی شان۔

لیکن اس کے برعکس

انبیاء و اولیاء اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متعلق ان کے عقیدے کی یہ زبان ہے کہ کسی ولی اور نبی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام امام زادے کو، بھوت پری کو اللہ

صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کرلیں ؟ اللہ صاحب نے پیغمبر صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ۔ نہ فرشتہ ، نہ آدمی ، نہ جن ، نہ کوئی چیز یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں ؟ اور اس طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو ، نر ہے یا مادہ ، کامل ہے یا ناقص ، خوب صورت ہے یا بدصورت ؟ اور چیزیں کہ آدمی میں چھپی ہیں جیسے خیالات اور ارادے اور نیتیں اور ایمان اور نفاق تو وہ کیونکر جان سکے ، اور اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کروں گا ۔ تو اور کسی کا کیونکر جان سکے ۔ اور جب اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو اور کسی کے مرنے کی جگہ یا وقت کیونکر جان سکے غرض کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا ؟ (تقویۃ الایمان)

علم غیب و تصرف ۔ مشکل کشائی

مولوی عبداللہ غزنوی غیر مقلد کے متعلق " مولانا عبداللہ المعروف غلام نبی الربانی سوہدری کا بیان ہے کہ ایک بار ایک شخص .... نے حاضر ہو کر عرض کی حضور میں نے مجاہدین کو ایک چھٹی بھیجی تھی جو راستہ میں پکڑی گئی ، چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں اور چٹھی میرے افسروں تک پہنچ گئی ہے اس لئے اب مجھ پر مقدمہ چلے گا ۔ اور نہ صرف ملازمت ہی سے برطرف کر دیا جاؤں گا بلکہ سخت سزا بھی دی جائے گی ۔ میرے لئے دعا کیجئے اور مجھے اس مصیبت سے بچا لیجئے ؟ !

ملازم کا بیان ہے کہ میرے سامنے عبداللہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کچھ عرصہ کے بعد سر اٹھایا اور اپنی بغل سے وہ چٹھی نکال کر اس شخص کو دے دی اور پوچھا کہ کیا یہی ہے ؟ اس نے کہا " ہاں حضور یہی ہے جس کی بنا پر مقدمہ چل سکتا ہے " آپ نے فرمایا " اسے جلا دو اب مقدمہ نہیں چل سکے گا ۔ " چنانچہ جب مقدمہ پیش ہوا افسر میری چٹھی پیش نہ کر سکا تو مجھے بری کر دیا گیا " (کرامات اہلحدیث ص ۱۵)

قارئین غور فرمائیں کہ غیر مقلدین وہابی اپنے مولویوں کے لئے کس قدر قوت تصرف مان

علم غیب ثابت کر رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ سرکاری افسر نے جو وہ چٹھی جو بے حد اہم تھی کسی الماری یا میز کی دراز میں مقفل کر کے بحفاظت تمام رکھی ہوگی۔ لیکن قربان جائیں غیر مقلد مولوی عبداللہ غزنوی کے علم غیب پر کہ اسے اپنے حجرے میں بیٹھے بٹھائے علم ہو گیا کہ وہ چٹھی کہاں محفوظ رکھی گئی ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ علم ہو گیا بلکہ وہیں بیٹھے بیٹھے وہ چٹھی اسے بھی آگئے۔ اور فرمایا کہ آگے جلاؤ، اب مقدمہ نہیں چل سکے گا"! اور اس طرح غیر مقلد مولوی نے اپنے معتقد کی مشکل حل کر دی اور مقدمہ سے بری کرا دیا۔

یہ تو ہے ان وہابیوں کا اپنے خانہ ساز بزرگوں کے متعلق عقیدہ۔ لیکن سرکار ابد قرار خلیفۃ اللہ الاعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں یہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔

تصویر کا دوسرا رخ

غیر مقلدین کا امام عبدالستار نصرۃ الباری شرح صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التشہد میں لکھتا ہے "ہر نمازی کو نبی علیہ السلام کی عبدیت و رسالت کا اقرار کرنا لازم ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول اور اس کے بندے و غلام، اس کے در کے محتاج بے بس و ناتواں، نہ اختیار رکھنے والے کسی کے نفع و نقصان کے تھے۔ ہر نماز میں یہ اقرار کر کے پھر اہل بدعت کا یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ مخلوق کے حاجت روا مشکل کشا اور متصرف الامور تھے۔ دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ انہی کا بھائی مولوی رشید احمد گنگوہی کس طمطراق سے فتویٰ صادر کرتا ہے؟ ملاحظہ فرمائیے۔

"حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے" (فتاوی رشیدیہ ص۹۱)

گلے پڑ تصرف

میاں سلطان علی چک بدعال ضلع گجرات کا بیان ہے کہ آپ مولانا عبداللہ المعروف

غلام نبی الربانی سوہدری ؒ ایک بار ہمارے ہاں تشریف لائے اور رات کو کچھ دودھ طلب کیا۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں تو ہے نہیں، البتہ ہمارے ہمسائے نمبردار ہیں ان کے ہاں سے منگوا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، مجھے نمبردار کے ہاں کا دودھ مطلوب نہیں۔ اگر آپ کے ہاں ہوتا تو لے لیتا" میں نے ہنس کر عرض کیا کہ ہمارے ہاں تو ایک ہی گائے ہے جو چھ ماہ سے سوکھ گئی ہے۔ اگر آپ اس سے لے سکتے ہیں تو لے لیں" آپ اُٹھے گائے کو پیار دیا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ دودھ دوہ لو انشاء اللہ دے گی"!

چنانچہ میں اُٹھا گائے کے نیچے بیٹھ گیا۔ سچ مچ اسے دودھ اُتر آیا۔ میں نے سیر کے قریب دودھ دوہا اور آپ کو پلایا۔ آپ چار یوم تک ہمارے ہاں رہے اور چاروں دن گائے دودھ دیتی رہی، مگر جب آپ تشریف لے گئے تو گائے کا دودھ بھی سوکھ گیا۔ اور جیسے پہلے تھی ویسے ہی ہو گئی"! (کرامات اہلحدیث ص۲۹)

علم ما فی الصدور

پروفیسر محمد ظہور الدین احمد ایم، اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ای۔ الیس بمبئی جو قاضی سلیمان صاحب منصور پوری مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے بدھ ازم کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ چنانچہ میں نے ان کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا۔ جس سے میں اتنا متاثر ہوا کہ جی چاہا بدھ مذہب اختیار کر لوں۔ اسی اثناء میں قاضی صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے خود بخود ہی بدھ مذہب کی حقیقت بیان کرنی شروع کر دی اور علمی اور عقلی رنگ میں اس کے اتنے عیوب بیان کئے کہ میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو گئی اور وہ تمام شکوک شبہات رفع ہو گئے جو پیدا ہو گئے تھے"۔ (کرامات اہلحدیث ص۴۲)

مرنے والے کی وفات کا علم

ایک روز علی الصبح مولوی محمد سلیمان صاحب روڑی فرمانے لگے کہ بھائی آج ہمارے

پیر و مرشد مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی بہشت میں پہنچ گئے ہیں۔ میں نے رات ان کو بہشت میں دیکھا ہے اور یہ شعر سنا ہے جو میری زبان پر جاری ہو گیا ہے

”گے اں بیلی اللہ بیلی ساڈے ہو گئے چلانے“

یعنی اے دوست! خدا حافظ ہم تو جا رہے ہیں۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟! چنانچہ بعد میں جو اطلاعات آئیں ان سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی وقت اور اسی دن امام صاحب کا انتقال ہوتا تھا جس دن مولوی صاحب نے علی الصبح ہم سے کہا تھا!“

کرامات اہلحدیث صفحہ ۳۰-۳۱)

وفات کا علم

تحصیل ...سر میں ایک بہت بڑے رئیس اور نواب تھے' ان کی صاحبزادی بیمار ہو گئی کئی علاج کئے۔ افاقہ نہ ہوا انہوں نے چاہا کہ مولوی صاحب کو بلایا جائے۔ وہ دم کریں گے تو شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کی طرف آدمی آیا۔ آپ جانے کے لئے تیار ہوئے سواری منگائی گئی کہ معاً آپ نے فرمایا ”اب جانا فضول ہے لڑکی کا تو انتقال ہو گیا ہے“ چنانچہ آدمی جب واپس گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی وقت جب مولوی صاحب نے فرمایا تھا۔ اس کا روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا تھا“! (کرامات اہلحدیث)

قارئین غور فرمائیں کہ وہابی صاحبان جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اثبات علم غیب کو تسلیم نہیں کرتے شرک قرار دیتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب اور تصرف بعطائے الٰہی کا انکار کرتے ہیں تو کیا ان کے مولوی صاحبان سید الانبیاء امام الرسل محبوب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ رتبہ و شان والے ہیں کہ انہیں غیب کی باتوں کا بھی علم حاصل رہتا ہے اور قوت تصرف بھی رکھتے ہیں۔ ان کے مولوی اس قدر تصرف کی قوت کا مظاہرہ کر دکھاتے ہیں کہ جس گائے کا دودھ چھ ماہ کے عرصے خشک ہو چکا ہو اس کے تھنوں سے دودھ جاری کر دیتے ہیں۔ اور ان کی قوت تصرف سے

ہو یا حیوان بھی اتنا دانا ہو جاتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے چنانچہ جب تک مولوی رشید کی کتاب اس گھر میں بطور مہمان رہے گائے دودھ دیتی رہی لیکن جب مولوی صاحب نے قدم گھر سے باہر نکالا تو یکدم گائے دودھ دینے سے انکاری ہو گئی۔ دودھ چڑھا گئی اور جیسے پہلے تھی ویسے ہی ہو گئی۔!

ان کے مولوی صاحبان اس قدر علام الغیوب واقع ہوئے ہیں کہ لوگوں کے دلوں کی چھپی باتیں بھی ان سے پوشیدہ نہیں رہتیں۔ سب کچھ آئینہ کی مانند ان پر روشن ہو جاتا ہے تعجب ہے کہ وہابی صاحبان اپنے خانہ ساز بزرگوں کی شان بیان کرتے وقت جوش عقیدت میں اس قدر دیوانے ہو جاتے ہیں کہ ان کو وہ تمام آیات مبارکہ وروایات حدیث یاد نہیں آتیں جن کے تحت یہ خدائی نوجب دار رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم و تصرف کی نفی کرتے ہیں بحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذاللہ بے علم، بے بس، ناتواں اور نااختیار رکھنے والے کسی کے نفع ونقصان کا قرار دیتے ہیں۔

یہ لوگ اپنے مولویوں کو علام الغیوب ثابت کرتے وقت فرمانِ خداوندی۔ لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اپنے مولویوں کے حق میں علم ما فی الصدور ثابت کرتے وقت ان اللہ علیم بذات الصدور۔ آیت قرآن کو کس لئے فراموش کر بیٹھتے ہیں۔؟

انبیاء واولیاء کے بارے میں ان کی رگِ وہابیت بڑا تیز دھار اور حساس رہتی ہے اپنے گھریلو بزرگوں کے بارے میں کیونکر بالکل کند مفلوج بے حس اور مردہ ہو جاتی ہے۔؟

قارئین۔ اپنے ضمیر کو بیدار رکھتے ہوئے انصاف کریں اور سوچ کر بتائیں کہ وہابیہ کا تمام تر مذہب کمل گورکھ دھندا ہے یا نہیں۔؟

ایک طرف تو

وہابیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اور جو چیزیں کہ آدمی سے مخفی ہیں جیسے خیالات اور ارادے اور نیتیں اور ایمان اور نفاق تو وہ کیونکر جان سکیں اور اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا!

تو اور کسی کا کیونکر جان سکے اور جب اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو کسی کے مرنے کی جگہ یا وقت کیونکر جان سکے ؟؟ یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو، نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا (۴۱ تقویۃ الایمان)

لیکن دوسری طرف

یہی وہابیہ یہ تمام امور اپنے مولویوں کے لئے نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ کتابیں چھاپ چھاپ کر ان کی تبلیغ میں بھی مصروف ہیں۔ غیر مقلدین کا امام عبد الجبار کہیں دور دراز علاقے میں مر جائے تو غیر مقلد مولوی غزنوی کو فوراً علم ہو جاتا ہے اور اس کو یہ بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ مرنے والے کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا ہے۔ اور صرف پتہ ہی نہیں لگ جاتا بلکہ وہ اسے بہشت میں دیکھ بھی لیتا ہے۔ غیر مقلد مولوی کی وسعت علم و وسعت نظر کے ساتھ ساتھ اس کی قوت سماعت بھی اتنی تیز ہے کہ مرنے والا بہشت میں شعر پڑھتا ہے اور یہ اپنے حجرے میں بیٹھا ہوا وہ شعر سن لیتا ہے۔ جو اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ کہیں کوئی بیمار مر جاتا ہے تو وہابی مولویوں کو آناً فاناً علم ہو جاتا ہے کہ اس وقت اس کا روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا ہے۔ ان وہابیہ سے پوچھنا چاہیئے کہ جب ان باتوں کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو تو بتائیے کہ ان کے مولویوں کا آخر مقام کیا ہے۔؟

قارئین، وہابیہ کے مندرجہ بالا فتاوی کو ذہن میں رکھ کر مندرجہ ذیل حکایت بھی پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ انکے قول و فعل میں کس قدر تضاد واقع ہے۔

خیالات، ارادوں اور نیتوں، ایمان و نفاق کا علم

مولوی عبد اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن میرے دل میں ایک بزرگ سے ملنے کا خیال پیدا ہوا اور جی چاہا کہ کچھ دن ان کے پاس جا کر ٹھہروں اور فیض حاصل کروں۔ ابھی یہ میرے جی ہی جی میں تھا اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا کہ مولوی (محمد سلیمان غزنوی) صاحب

سامنے سے آ گئے اور آتے ہی فرمایا کہ "ذرا سوچ سمجھ کر جانا۔ آج کل دکانداریاں زیادہ ہیں، اللہ والے بہت کم ہیں۔" چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی وہ دکاندار ہی تھے"! (کرامات اہلحدیث ص ۱۲)

قارئین! حساب لگائیے کہ اس مختصر سی حکایت میں شرک و کفر کی کتنی طویل داستانیں پنہاں ہیں۔ مولوی عبداللہ وہابی کے دل میں پوشیدہ ارادے اور نیت کو غیر مقلد مولوی لکھوی نے بلا تأمل جان لیا۔ اسے اس کے خیال کا علم ہو گیا۔ اس کو یہ غائبانہ علم ہو گیا کہ مولوی عبداللہ کس کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔؟ وہ بزرگ کون ہے۔؟ کہاں رہتا ہے؟۔ اس کا حال کیا ہے؟ اس کے ایمان کی کیفیت کیا ہے؟ اس کے دل میں کس قدر نفاق ہے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق کیسا ہے۔؟ دیندار ہے یا دنیادار؟ مخلص ہے یا دکاندار؟ مولوی عبداللہ کا اس کے پاس جانے میں نفع ہے یا نقصان۔؟ وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر مولوی لکھوی نے اپنے علم غیب کا اظہار کر کے مولوی عبداللہ کو نفع پہنچایا یا نقصان؟ مولوی عبداللہ مولوی لکھوی کے علم غیب پر بھی عجیب نہ ہوا بلکہ آمنا وصدقنا کہہ کر ایمان لے آیا! اس کی غیب کی خبر پر یقین کر کے اس پر عمل پیرا ہوا!

کسی وہابی نے ان شرکیات پر اعتراض نہیں کیا بلکہ تصدیق کرتے ہیں کہ "واقعی وہ دکاندار ہی تھے"! نیز ستم بالائے ستم یہ کہ موجودہ تمام غیر مقلد نام نہاد اہلحدیث ان جیسے شرکیات کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔!!!

علم غیب و قدرتِ تصرف

ایک دفعہ میاں لکھو میں ایک حجام مولانا غلام رسول صاحب قلعوی کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی، "حضور! میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ بس ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کی فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں۔" آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا "میاں، وہ تو گھر بیٹھا ہے اور روٹی کھا رہا ہے۔ جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو"! حجام گھر گیا تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا۔ اور کھانا کھا رہا

خاب بیٹے سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ ۔ ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا۔ معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر طرفۃ العین یہاں پہنچ گیا؟ (کرامات اہلحدیث صفحہ ۱۵،۱۶)

قارئین! بہ نظرِ انصاف غور کریں کہ یہ نام نہاد موحدین وہابی جو انبیاء و اولیاء کے لئے علم و تصرف بہ عطائے الٰہی ماننے کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں، اپنے مولویوں کے لئے کس قدر علم و تصرف کا اثبات کرتے ہیں۔

غور فرمائیے کہ غیر مقلد مولوی کی حجامت بناتے ہوئے حجام نے اپنے بیٹے کے مفقود الخبر ہونے کی شکایت کی۔ غیر مقلد مولوی تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اور اس تھوڑی دیر کی خاموشی میں۔ اس نے مفقود الخبر کی تلاش میں تمام روئے زمین کا کونہ کونہ چھان مارا۔ دنیا کے تمام ممالک و امصار کی تلاشی لے لی۔ ساری آبادیوں، ویرانوں، جنگلوں، صحراؤں، میدانوں پہاڑوں، نہروں، دریاؤں اور سمندروں میں اپنے علم کے گھوڑے کو دوڑا ڈالا۔ عالم ارواح، عالم برزخ کے ہر گوشے میں اس لڑکے کی تلاش کر لی۔ الغرض فرش و عرش تک سیر کر کے اس کو سکھر سندھ میں جا پکڑا۔ اور طرفۃ العین یعنی پلک جھپکنے میں اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا۔ نہ کسی بس، موٹر، ریل یا ہوائی جہاز میں سفر کرانے کی ضرورت پڑی نہ براق کی حاجت۔ یہاں تک کہ اس لڑکے کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ وہ کیونکر طرفۃ العین اپنے گھر پہنچ گیا ہے۔ زمان و مکان کی مسافتیں لمحے سے بھی پہلے کیونکر طے ہو گئی ہیں۔ اور کون سی غیبی طاقت اس کو یہاں کھینچ لائی ہے۔ پھر مولوی یہاں سکھی کا کمال دیکھئے کہ لڑکے کو اس کے گھر بٹھا کر فوراً ہی کھانا کھانے میں لگا دیا۔ اور معاً تھوڑی دیر کی خاموشی کو توڑ کر حجام کو خوشخبری سنا ڈالی کہ: میاں، وہ تو گھر بیٹھا ہے اور روٹی کھا رہا ہے جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو! یعنی ہمارے علم و تصرف میں شک و شبہ کی کچھ گنجائش نہیں۔

لاریب فیہ۔ نہیں ہے کوئی شک بیچ اس کے ؟!!! یہ عقیدہ ہے ان مہاراج انگلینڈ اہل حدیثوں کا اپنے خانہ ساز پنڈتوں کے بارے میں۔

لیکن اس کے برعکس

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء عظام قدسنا اللہ باسرارہم اور سید الرسل امام الانبیاء

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے عقیدے کی زبان ہے۔

" اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان (انبیاء و اولیاء) کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا، کس شہر میں ہے یا کس حال میں؟ یعنی جب آدمی کو کسی چیز کی طلب ہوتی ہے یا کوئی مشکل آ جاتی ہے تو اس کے دل میں ہر طرف خیال دوڑتے ہیں کہ فلانے پیغمبر کو پکاریئے، فلانے امام کی مدد چاہیئے، فلانے پیر شہید کی منت ملنیے، فلانی پری کو ملنیے، فلانے نجومی یا رمّال سے پوچھئے، فلانے مُلّا سے فال کھلوائیے۔ پھر جو کوئی ہر خیال پیچھے دوڑتا ہے تو اللہ اس سے اپنی قبولیت کی نگاہ پھیر لیتا ہے اور اس کو اپنے سچے بندوں میں نہیں رکھتا۔ اور اللہ کی تربیت اور ہدایت کی راہ اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ اور وہ اسی طرح ان خیالات کے پیچھے دوڑتا ہی دوڑتا تباہ ہو جاتا ہے، کوئی دہریہ ہو جاتا ہے، کوئی ملحد، کوئی مشرک ہو جاتا ہے۔"

" اوّل تو یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت برلانے کی طاقت ہے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو۔ دوسرے یہ کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اسی نے ہم کو پیدا کیا۔ تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کام میں اُسی کو پکاریں۔ اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے۔ دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔" (تقویۃ الایمان)

گردِ دلِ ایمان......

نضل الدین نمبردار سکنہ مان، ضلع گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مہاجن کا سے بلا سود بھی قرض لیا تھا اور وہ مجھے بہت تنگ کر رہا تھا چنانچہ ایک بار تو اس نے مجھے نوٹس دے دیا اور قریب تھا کہ وہ دعوے کر کے مجھے ذلیل کرتا۔ میں مولانا (قلعہ میاں سنگھ) کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنی غربت اور نا داری کا ذکر کیا اور دعا کی فرمائش کی (اللہ کے ہاں سائل درخواست نہیں بلکہ فرمائش کرتے ہیں۔ (مؤلف)) آپ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں، جاؤ چار آدمی ساتھ لے کر اس سے حساب کر دو،

صرف بائیس روپے نکلیں گے وہ ادا کر دینا“۔ فضل الدین حیران ہوا کہ میں نے ابھی تک اُسے بتایا تو ہے کچھ نہیں، بھلا بائیس روپیہ کیونکر نکلیں گے؟“ آپ نے فرمایا ”جاؤ تو، بائیس روپے سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔“ وہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر گیا اور ساہوکار سے کہا کہ بہی کھاتہ لاؤ اور میرا حساب صاف کر لو۔“ ساہوکار نے بہی نکالی تو دیکھا کہ اس کے حساب میں لکھا ہے، فلاں تاریخ کو اتنی گندم لی۔ اتنا تمباکو وصول ہوا۔ اتنی کپاس آئی۔ علیٰ ہذا القیاس سارا حساب جوڑ کر لگایا تو کل صرف بائیس روپے نکلے۔ ساہوکار بھی حیران تھا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ اور فضل الدین بھی حیران تھا کہ بہی کھاتہ کے مطابق بائیس روپیہ دے کر حساب صاف کر دیا گیا۔ کرامات اہلحدیث)

قارئین! غیر مقلدین نے اپنے مولوی جی کی ولایت ثابت کرنے کے بھونڈے انداز میں عقیدت میں اگر کرامت کے روپ میں اس کا علم غیب اور اس کی قوت تصرف جتلانے کی بھرپور کوشش کر ڈالی ہے۔ لیکن انہیں اس امر کا ہوش نہیں رہا کہ ہم شرک صریح کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اپنے مولوی جی کی فضیلت ثابت کرنے کی دھن میں اس کو جعلساز، بددیانت اور غاصب ٹھہرا رہے ہیں اور یہ وہ مذموم حرکت ہے جو معیار شرافت سے بھی گری ہوئی ہے۔ چہ جائیکہ کوئی سچا مسلمان بھی ایسی خسیس کارروائی کا ارتکاب کرے۔ کسی ولی برحق کے لئے تو یہ سوچنا تک جائز نہیں۔ کیونکہ حقوق العباد کی نگہداشت نہ کرنے والا غاصب انسان ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔ خواہ کسی ترکیب سے کسی کی حق تلفی کی جائے۔ از روئے اسلام و از روئے اخلاق انسانی ناجائز و حرام ہے۔ پھر اس بات سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ جس کی حق تلفی کی گئی ہے وہ مسلم ہے یا غیر مسلم یا غاصبانہ کارروائی ظاہر طور پر کی گئی ہے یا چھپے طور پر۔ اب رہی یہ بات کہ بہی کھاتے میں فرضی اندراجات وصول کیونکر ہو گئے کہ بارہ سو روپے کی رقم صرف بائیس روپے رہ گئی! تو اس کا جواب بھی صاف ہے کہ یہ محض افسانہ طرازی ہے۔ لیکن اگر واقعتاً ایسا ہوا ہے تو یہ استدراج یعنی شیطانی حرکت ہی ہو سکتی ہے۔ کرامت نہیں! تاہم غیر مقلدین وہابیہ کے ذمہ یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ جب تم لوگ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ایسا علم و تصرف تسلیم کرنے کو شرک و کفر قرار دیتے ہو تو تمہارے نام نہاد مولویوں کے لئے علم و

تصرف کا اثبات کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔؟

وہابیوں کے منہ پر طمانچہ

قارئین کرام، اس مقام پر فقیر صحاح ستہ کی ایک حدیث مبارکہ درج کر دینا ضروری سمجھتا ہے تاکہ نام نہاد اہلحدیث وہابیہ کے دعوائے عمل بالحدیث کی حقیقت واضح ہو جائے۔

ایک دن حضرت عبداللہ ہوازنی رضی اللہ تعالے عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ سے پوچھا۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے خزانہ کی کیا کیفیت تھی"؟ حضرت بلال نے فرمایا "میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے وفات تک ان کے خزانے کا انچارج رہا ہوں، آپ کے مالی امور میری تحویل میں تھے۔ جب کوئی حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ مجھ سے موجودات کے متعلق دریافت فرماتے جو کچھ موجود ہوتا میں عرض کر دیتا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے اس سائل کو اس قدر دے دو۔ اور میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دیتا۔ اگر کچھ نہ موجود ہوتا اور کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آ جاتا تو بھی حضور فرماتے اس کو اتنی رقم یا راشن یا کپڑا عطا کیا جائے تو میں کسی سے قرض لے کر حکم کی تعمیل کر دیتا تھا۔ ایک روز ایک مشرک تاجر نے مجھ سے کہا "اے بلال میرے پاس گنجائش ہے، تم میرے سوا کسی دوسرے سے قرض نہ لیا کرو"۔ اس کے بعد میں اسی سے قرض لیا کرتا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی تاجر کچھ دوسرے مشرک تاجروں کے ہمراہ آ رہا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر بولا "او حبشی! کچھ معلوم ہے وعدے میں کتنے دن باقی ہیں"؟ میں نے کہا۔ "ہاں، وعدے کا دن قریب آ رہا ہے"۔ وہ بولا "صرف چار دن باقی ہیں"۔ اگر اس مدت میں تم نے قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے غلام بنا کر بکریاں چرواؤں گا جیسا کہ تو پہلے چرایا کرتا تھا۔ یہ سن کر مجھے سخت فکر دامنگیر ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے میں وہیں حاضر خدمت ہوا اور عرض کی۔ "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان جس

مشرک تاجر سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھے اس طرح کہا ہے۔ آپ کے پاس یا میرے پاس اس وقت ادائیگی قرض کے لئے کچھ موجود نہیں، وہ مجھ کو فضیحت کرے گا۔ آپ اجازت دیں تو میں بھاگ کر کسی مسلم قبیلہ میں جا رہا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کچھ سامان کر دے گا تو واپس آ جاؤں گا۔"
میں حضور سے رخصت ہو کر اپنے گھر آیا۔ تلوار، ڈھال، تھیلا اور جوتا اپنے سرہانے رکھ لیا صبح کاذب کے وقت چلنے ہی لگا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دوڑا چلا آتا ہے، اس نے میرے پاس پہنچ کر کہا: "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تجھ کو یاد فرما رہے ہیں۔" میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ چار اونٹ لدے ہوئے بیٹھے ہیں۔ مجھ سے اجازت لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے ادائے قرض کا سامان کر دیا۔ تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے؟" میں نے عرض کی: "ہاں۔ یا رسول اللہ!" آپ نے فرمایا: "یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ غلہ، کپڑے اور بھی سامان آیا ہے سب تیری تحویل میں ہے سب چیزیں بیچ کر قرضہ ادا کر دو۔" میں نے حکم کی تعمیل کر دی۔ اور پھر مسجد میں آیا۔ حضور نے ادائیگی قرض کا حال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ۔ سب قرضہ ادا ہو گیا کچھ باقی نہیں رہا۔" آپ نے پوچھا: "کچھ سامان بچ بھی گیا؟" میں نے عرض کی: "ہاں۔ یا رسول اللہ، کچھ بچ بھی گیا ہے۔" فرمایا: "مجھے اس سے سبکدوش کر دو جب تک یہ سامان تقسیم نہیں ہو گا میں گھر نہیں جاؤں گا۔" نمازِ عشاء کے بعد حضور نے مجھے بلایا باقی ماندہ سامان کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی: "وہ میرے پاس ہے۔ کوئی سائل ہی نہیں ملا۔" حضور نے ساری رات مسجد میں ہی گزار دی۔ گھر نہ گئے۔ دوسرے دن بعد نمازِ عشاء آپ نے پھر مجھے بلایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔" یہ سن کر آپ نے تکبیر کہی اور اللہ کا شکر کیا کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے اور وہ سامان میرے پاس موجود ہو۔ اس کے بعد آپ اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔" (ابوداؤد)

قارئین۔ سوچ کر بتائیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام و مرتبہ کے سامنے غیر مقلد فضل الدین نمبردار کی کیا حیثیت ہے، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے سامنے غیر مقلد

مولوی قلعہ میہاں سنگھی کی حیثیت کیا ہے۔؟ یقیناً آپ یہی فرمائیں گے کہ ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پھر اس پر غور فرمائیں کہ غیر مقلد مولوی میہاں سنگھی کے معتقد فضل الدین سے قرض کی وصولی کا ساہوکار نے تقاضا کیا تو غیر مقلد مولوی نے اپنے معتقد کو مصیبت سے بچانے کی خاطر اس کی مشکل کشائی کے لئے کونسا طرز عمل اختیار کیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے قرضے کی وصولی کے لئے مشرک تاجر نے تقاضا کیا تو سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے محبوب صحابی کو مصیبت سے بچانے کی خاطر اس کی مشکلکشائی کے لئے کونسا طرز عمل اختیار فرمایا۔؟ اچھی طرح غور فرما کر فیصلہ کریں کہ غیر مقلدین خود کو اہل حدیث کہنے اور کہلانے میں کہاں تک حق بجانب ہیں؟ جبکہ ملایت کی بھی ڈینگیں مارنے لگیں؟!

قارئین عزیز۔ آپ بھی یہ خرافات پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہوں گے اور فقیر بھی سمجھتا ہے کہ وہابیہ کی دوغلی پالیسی کی کافی وضاحت ہو چکی ہے۔ کسی بھی غیر متعصب منیر جانبدار متلاشئ حق کے لئے وہابیہ کی اصلیت سمجھنے کو اتنا کچھ بھی بہت کچھ ہے۔ تاہم ایک موضوع جو رہ گیا ہے اس کے ضمن صرف دو تین حکایات درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ اور سلیم الطبع منصف مزاج قارئین کے لئے مزید طمانیت کا موجب ہو۔

علم غیب تصرف دل میں ایمان ڈال دینا

شیخ عبد اللہ نو مسلم جو موضع طاہر میں رہتا تھا۔ کہتا تھا کہ جب میں مسلمان ہو گیا تو میری بیوی نے اسلام سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ میں تو کبھی مسلمان نہ ہوں گی! مجھے بہت صدمہ ہوا اور اسی صدمے سے نڈھال ہوتا جا گیا۔ کیونکہ میں اسے بہت چاہتا تھا اور حد سے زیادہ محبت کرتا تھا۔ تمام اقرباء بھی میرے دشمن ہو گئے اور بیوی بھی از حد نفرت کرنے لگی۔ کچھ عرصہ کے بعد میں مولانا (غلام رسول قلعہ میہاں سنگھی) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کے لئے فرمائش کی (وہابیہ کے ہاں سائل یا تو فرمائش کرتے ہیں یا فہمائش! مؤلف) اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کے بغیر میری زندگی محال ہے؟! آپ نے فرمایا کہ "وہ آدمی ہے اور مسلمان ہو گی

گئی ہے "چنانچہ اسی دن اس کا پیغام آیا کہ مجھے آ کر لے جاؤ، میں مسلمان ہو جاؤں گی" (کرامات اہلحدیث ص۱۸)

قارئین! دیوبند کے مولوی کا کمال دیکھئے۔ اس کی خدمت میں فریادی نے فریاد کی تو فوراً مشکل حل ہو گئی۔ "نومسلم عبداللہ کی بیوی جو اپنے میکے میں بیٹھی تھی جو کہتی تھی کہ "میں تو کبھی مسلمان نہ ہوں گی" غیر مقلد مولوی کی توجہ کرنے کی دیر تھی۔ اس نے اپنے حجرے میں بیٹھے بیٹھے توجہ کر دی اور سنگدل عورت کا دل موم ہو گیا۔ اس کے قلب کی کیفیت بدل گئی۔ (مولوی سبحان سنگھی کا کرشمہ دیکھئے کہ شیخ عبداللہ کی بیوی کے دل میں (شیخ عبداللہ کے لئے) جو حد سے زیادہ نفرت تھی۔ آناً فاناً مبدل بہ محبت ہو گئی اور اس نے بیقرار ہو کر اسلام قبول کر لینے کا ارادہ کر لیا۔ پھر ادھر اس عورت کی دلی کیفیت بدلی اور ادھر مولوی جی کو اس کا علم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی نوبت نہیں پہنچی۔ نہ انشاء اللہ کہنے کی گنجائش رہی۔ مولوی جی نے قطعی فیصلہ سنا دیا: "وہ آ رہی ہے اور مسلمان بھی ہو گئی ہے"

غیر مغضب کی بات یہ کہ مولوی جی کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی۔ اسی دن اس عورت کا پیغام آ گیا کہ "مجھے آ کے لے جاؤ، میں مسلمان ہو جاؤں گی"!!!

دلوں اور زبانوں پر کنٹرول

محمد عمر ولد کرم الٰہی کا بیان ہے کہ مولانا (سبحان سنگھی) نماز سے فارغ ہو کر گھر کو جا رہے تھے میں بھی ساتھ تھا کہ ایک ہندو عورت "واہگرو واہگرو" پڑھتی جا رہی تھی۔ آپ نے کہا کہ واہگرو نہیں دھدہ لا شریک کہو یہ صحیح بولا ہے "وہ عورت "وحدہ وحدہ" کہنے لگی اور یہ جملہ اس کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ باوجود کوشش بھی بدل نہ سکا اور بالآخر وہ مسلمان ہو گئی" (کرامات اہلحدیث ص۸۱)

اب بے چاری کیا کرتی۔ اس کے دل اور اس کی زبان پر غیر مقلد مولوی سبحان سنگھی کا تصرف جو صادر ہو گیا تھا۔!!!

باوا کاہن داس

باوا کاہن داس گوروداسپوری ایک بار قلعہ سبحان سنگھ آیا۔ ہندوؤں نے مل کر عرض کیا: "باوا جی!

یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جن کے وعظ سے کئی ہندو مسلمان ہو رہے ہیں، آپ بھی بہت بڑے نوردان ہیں، ذرا ان کا مقابلہ تو کیجئے تاکہ ہندو مسلمان ہونے سے بچ جائیں" بابا جی نے کہا "بہت اچھا میں اسلام پر ایسے اعتراض کروں گا کہ وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے" چنانچہ بابا جی بڑے طمطراق کے ساتھ مولانا کے پاس پہنچے۔ اور جاتے ہی کہا "اسلام کیا ہے؟ جسے آپ لئے پھرتے ہیں؟!

مولانا نے فرمایا کہ آؤ میں بتاؤں اسلام کیا ہے؟ اول کلمہ پڑھنا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابھی آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا ہی تھا اور آگے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ بابا جی نے خود بخود کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور مسلمان ہو گئے"! (کرامات اہلحدیث ص۲۱)

قارئین کرام یہ وہ شان ہے جو گستاخ وہابی، ہادی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی تسلیم نہیں کرتے یہ لوگ زور سے کہا کرتے ہیں کہ مقلب القلوب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ دلوں کو بدل دینا اللہ ہی کی شان ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں آیا ہے۔ إنك لا تهدي من أحببت - اے پیغمبر تو جسے چاہے ہدایت نہیں دے سکتا۔ وغیرہ وغیرہ

لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ جس صفت کو یہ وہابی مولوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں تسلیم نہیں کرتے، کس شدومد کے ساتھ اپنے گھر یلو مولویوں کو اس صفت سے موصوف قرار دے رہے ہیں۔ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ غیر مقلد مولویوں کی یہ شان ہے کہ جس کافر کو چاہیں پل بھر میں مسلمان بنا دیں، زبردستی کے ساتھ دل میں ایمان ڈال دیں۔ انہیں اس قدر قدرت تصرف حاصل ہے کہ دلوں کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ بعض اوقات تو دعوتِ اسلام دینے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ معاند اسلام ان کے سامنے آجاتے تو خود بخود کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس

ہادی برحق رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں امام الوہابیہ

لکھتا ہے "سو انہوں نے (رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے) بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کر سکوں گا"!

نیز لکھتا ہے "انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے۔ بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں یا کسی کا ایمان چھین لیں یا کسی بیمار کو تندرست کر دیں یا کسی سے تندرستی چھین لیں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار"۔

(تقویۃ الایمان)

"اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ گو کہ پھر اس سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے انکو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے" (تقویۃ الایمان)

حرفِ آخر

قارئین کرام! باب اوّل میں آپ نے قرآن مجید، حدیث شریف، اور مشائخ و علمائے حق کے اقوال و افعال سے بخوبی دیکھا اور سمجھ لیا کہ توسل و استمداد بغیر ہی تدبیر پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔ یہ مسئلہ برحق ہے۔ سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین، مشائخ عظام اور علمائے کرام کے ارشادات و عمل سے ثابت ہے۔ اس مسئلہ کی صحت میں شک و شبہ کی کچھ گنجائش نہیں۔

باب دوم: میں آپ اچھی طرح دیکھ چکے کہ گروہ وہابیہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء

اللہ سے توسل و استمداد کو شرک و کفر قرار دیتا ہے وہ خود اپنے خانہ ساز مشائخ و علماء سے توسل و استمداد پر عامل ہے۔ کتب وہابیہ کے حوالوں سے وہابیہ کے کھلے تضادات واضح ہو چکے ہیں۔ کہ جن فضائل و برکات و فیوض کو یہ لوگ سرورِ کائنات فخرِ موجودات باعثِ ایجادِ ہر دو عالم سرکارِ دو عالم آقائے مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارہم کے حق میں تسلیم نہیں کرتے انہی فضائل و برکات اور فیوض کو اپنے نام نہاد بزرگوں کے حق میں ثابت کرتے ہیں۔

جن امور کی بنا پر یہ لوگ مسلمانانِ اہلسنت و جماعت کو مشرک قرار دیتے ہیں انہی امور پر خود عامل ہیں۔ چنانچہ ایک طرف تو یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اولیائے اُمّت کے تصرفات بالذات و عطائے الٰہی کے منکر ہیں۔ مگر دوسری طرف اپنے گروہ کے مولویوں کے لئے تصرفات کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہابیہ کی معتبر کتاب تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ:۔

"اللہ کے مقبول بندے جن کا باطنی ادراک صحیح و تندرست ہو چکا۔ سلیم القلب بن کر طاعات کی لذیذ غذاؤں کا جوں جوں استعمال کرتے ہیں ووں ووں ان کا قلب قوی اور زور آور ہوتا جاتا ہے اور اپنے ادراک میں جلاء و صفائی بڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ جس طرح جسمانی قوت اجسام محسوسہ میں تصرف کرتی اور زبردست شخص اشیاء ظاہری میں تغیر و تبدل کر دینے پر بحول اللہ قادر ہو جاتا ہے اسی طرح قلبی قوت جس کو قوتِ قدسیہ کہتے ہیں قلوب میں مؤثر ہوتی اور ان تاریک و زنگ آلود دلوں کے صیقل کرنے پر باذن اللہ قادر ہو جاتی ہے۔ جس کے دفع کئے بغیر باطنی ادراک حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی قوتِ قدسیہ کے کام کے لانے کا نام تصرف ہے۔" (تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۳ ج ۲)

"اور تصرفات کا دارومدار چونکہ متصرف شیخ کے قلب کی قوت اور روحانی طاقت پر ہے۔ اس لئے بعض اہل اللہ کے تصرفات اس درجہ بڑھ گئے ہیں کہ جو انہماک اس مضمون سے بالکل بے بہرہ ہیں ان کو یقین آنا بھی محال ہے اور بات بھی درست ہے جو شخص حواسِ خمسہ کے علاوہ اس اندرونی چھٹے حاسہ سے آگاہ ہی نہیں وہ اس کے

تصرفات کو کیا جانے اور سُننے تو کیونکر یقین کرے۔؟ (تذکرۃ الرشید ۳۷ ۱۱ ج۱)

وہابیہ کی ہٹ دھرمی اور خود فریبی کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ، روحانی طاقت، قدرتِ تصرف، قلبی قوت، قوتِ قدسیہ، قدرتِ ادراک اور باطنی ادراک، وغیرہ صرف اپنے گھریلو مشائخ و علماء کے حق میں ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اپنے خانہ ساز بزرگوں کے علاوہ کسی اور کے لئے کسی بھی طرح تسلیم کرنے کو تیار نہیں بلکہ کفر و شرک قرار دیتے ہیں، چنانچہ مصنف "تذکرۃ الرشید" دیوبندی مولوی عاشق علی میرٹھی اپنے بزرگوں کے فضائل و کرامات درج کرتے ہوئے صراحۃً دعویٰ کرتا ہے "اس قسم کے واقعات ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں ہیں نمونۃً ایک تذکرہ صرف اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ غیر معتقدین پر تصرف کرنے کی قوت حق تعالیٰ نے اس مقدس گروہ (دیوبندیہ) کو عطا فرمائی ہے ورنہ دوسروں کو باوجود خُلق و تلطف کا جال پھیلانے کے اپنے معتقدین کا سنبھالنا دشوار ہے۔ (ص۲۱۲ ج۲) اسی ضمن میں قارئین کرام آنکھیں کھول کر، وہابی بولی کا یہ اعلان بھی ملاحظہ فرمائیں "امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کے تصرفات باطنیہ ایسے قوی ظاہر ہوئے کہ ان کی کُنہ کا ادراک دشوار ہے اور چونکہ اس میں زیادہ دخل متوسل کی مناسبت و تعلق مودت کو ہے۔ اس لئے آپ کی قوت قدسیہ کے سامنے قریب و بعید اور حاضر و غائب اس انتفاع میں یکساں تھے" (ص۲۱۳ ج۲)

حالانکہ یہی وہ مسئلہ ہے جس کے انکار پر مذہب وہابیہ کی بنیاد قائم ہے۔ یہ وہ بات ہے جس کو یہ خدائی خود اختیار انبیاء و اولیاء میں سے کسی کے لئے بھی تسلیم نہیں کرتے حتیٰ کہ مولائے کائنات سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں تسلیم کرنے کو بھی شرکِ صریح قرار دیتے ہیں۔

دیوبندی وہابیہ کی طرح غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث میڈان انگلینڈ بھی۔ روحانی طاقت، قدرتِ تصرف، قلبی قوت، قوتِ قدسیہ، قدرتِ ادراک اور باطنی ادراک وغیرہ کو مانتے ہیں تو صرف اپنے مختصر سے گروہ، شرذمہ قلیلہ اور گنتی کے افراد پر مشتمل فرقہ کے خانہ ساز بزرگوں ہی کے لئے۔!

چنانچہ گروہ غیر مقلدین وہابیہ کا مشہور معروف مولوی عبدالمجید خادم سوہدری لکھتا ہے

"اہلحدیث چونکہ عام طور پر جھوٹے ولیوں کی کرامات کا انکار کرتے ہیں اور انکی استدراجی وشیطانی حرکات کو کرامت قرار نہیں دیتے ۔ اس لئے بھی عوام ان سے بدظن ہیں کہ یہ اولیاء اللہ ہی کے منکر ہیں اور ان کی کرامات کے بھی قائل نہیں ہیں" (کرامات اہل حدیث ص۳)

"لوگ کہتے ہیں کہ اہل حدیث ولی نہیں ہوتے مگر ہم کہتے ہیں اور دعویٰ سے کہتے ہیں اور بدلائل یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ کوئی ولی ایسا نہیں جو اہلحدیث نہ ہو" چند سطروں کے بعد لکھتا ہے "لیکن یقین جان لیجئے کہ ولی بننے کے لئے اہلحدیث ہونا ضروری ہے" (کرامات اہلحدیث ص۱۰)

دیوبندی وغیر مقلدین وہابیہ کی تصریحات سے واضح ہوگا کہ دراصل یہ لوگ بھی ان تمام امور پہ ایمان ویقین رکھتے ہیں جن امور کی بنا پر یہ دوسرے تمام مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہراتے ہیں ۔ لیس ان کے اس طرز عمل سے بھی ہمارے دعویٰ کے صحیح و درست ہونے میں کوئی شک نہ شبہ نہ رہ جاتا ۔ فہو المراد ۔ واللہ الحمد والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔

خاکپائے اولیاء ۔ الفقیر الی الرحمان ۔ ابو الحسان حکیم محمد رمضان علی قادری قریشی غفرلہ
خطیب جامع مسجد غوثیہ اہلسنت وجماعت سنجورو ضلع سانگھڑ سندھ
مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ ہجری ۔ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء ۔

باب سوم

تنویر الایقان

فی

التوسّل باولیاء الرحمان

دلچسپ روئداد مصدقہ مباحثہ مابین غیر مقلد اسمٰعیل روپڑی
وابو الحسان حکیم محمد رمضان علی قادری، سنجھورو، سندھ۔

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین رحمۃ للعٰلمین خاتم النبیین سیدنا ومولانا ووسیلتنا وشفیعنا ووکیلنا وکفیلنا وعوننا ومعیننا وغوثنا ومغیثنا وغیاثنا محمد رسول اللہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وعلیٰ سائر اولیاء امتہٖ وعلماء امتہٖ وعلینا معھم اجمعین۔

امابعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ صدق اللہ العظیم۔

برادران اسلام کی خدمت میں فقیر ابی النعمان ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری خطیب جامع مسجد رشیدیہ سنجھورو ضلع سانگھڑ سندھ عرض پرداز ہے کہ مباحثہ سنجھورو مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اس کی روئداد مرتب کر کے اس مباحثہ میں موجود چند معززین کے دستخط حاصل کر لیے گئے تاکہ کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ مل سکے کہ یہ روئداد صحیح نہیں ہے۔

اس روئداد کی اشاعت اس لیے ضروری معلوم ہوئی کہ باوجود اس کے کہ غیر مقلدین وہابیہ کا نمائندہ مولوی اپنے دعویٰ کے اثبات میں بُری طرح ناکام رہا۔ اور مباحثہ کی دوسری نشست طے شدہ مجلس سے راہِ فرار اختیار کر گیا تھا۔ سنجھورو کے وہابی صاحبان صریحاً غلط بیانی کرتے ہیں کہ ہمارے مولوی کے سامنے حکیم محمد رمضان علی ٹھہر ہی نہ سکا تھا۔ مستند روئداد آپ کے سامنے ہے اس کو پڑھ کر غیر جانبداری و دیانت کے ساتھ فیصلہ کریں کہ غیر مقلدین کے دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے۔ فقط

خادم اہلسنت۔ ابوالحسان قادری۔

روئداد مباحثہ سنجھورو

مورخہ ۲۰/اکتوبر ۱۹۵۸ء بوقت تقریباً آٹھ بجے شب ڈاکٹر چاند پیر صاحب کے ہسپتال کے سامنے غیر مقلدین کی جانب سے ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں غیر مقلد شاعر علی محمد صمصام اور مولوی حافظ اسماعیل روپڑی غیر مقلد اور مولوی محمد ابراہیم روپڑی غیر مقلد جنہیں سنجھورو کے غیر مقلدین نے خاص طور سے بلایا تھا جلسہ میں شریک ہوئے مولوی عبد الکریم غیر مقلد ساکن دیہہ علادم کی تجویز پر مولوی محمد ابراہیم غیر مقلد صدر جلسہ تھا۔

جلسہ میں غیر مقلدین نے متعدد بار اعلان کیا کہ دوران تقریر میں اگر کسی کو کوئی اعتراض کی بات معلوم ہو تو عام اجازت ہے کہ رقعہ پر سوال لکھ کر پیش کیا جائے۔ سوال کا جواب دیا جائے گا مگر جلسہ میں کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ صدر جلسہ نے خطبہ صدارت میں پاکستان میں قانون اسلامی کے نفاذ کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے عوام مسلمین اور علماء کو مشورہ دیا کہ اس نازک دور میں آپس کے اختلافات کو پس پشت ڈال کر اخلاق حسنہ پر کاربند ہو جائیں اور آپس میں رواداری اختیار کریں۔ نیز اس جلسہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم دوسرے فرقوں کے علماء کی طرح کفر و شرک اور بدعت کے فتوے دینے نہیں آئے ہیں۔ تاہم اگر کسی کو کوئی اعتراض درپیش ہو تو رقعہ پر سوال لکھ کر پیش کیا جائے، مکمل جواب دیا جائے گا۔ جلسہ میں کوئی صاحب بولے نہیں اس طرح جلسہ میں بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ خطبہ صدارت کے بعد غیر مقلد شاعر علی محمد اتیح صمصام صاحب ستیانہ بنگلہ ضلع لائلپور والے وعظ کے لئے مائیکروفون پر

آئے اور اپنے مخصوص انداز میں "مجھ کو مدینے والے احمد مختار دے" اشعار پڑھتے اور وعظ بیان کرتے رہے، دوران تقریر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مسلمان بے نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیث مبارکہ "من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر" پڑھ کر اپنی طرف سے فتوے صادر کیا کہ "جو مسلمان نماز کا تارک ہے وہ کافر ہے" اور اس فتویٰ کو بار بار دہراتے رہے۔ انکی صمصام کے بعد مولوی حافظ محمد اسماعیل روپڑی نے ساڑھے بارہ بجے شب تک تقریر کی۔ ازاں بعد جلسہ برخاست کر دیا گیا۔

اگلے روز شہر کے چند احباب نے مجھ سے دریافت کیا کہ "رات کے جلسہ میں غیر مقلد وہابی مولویوں نے تارک نماز مسلمانوں کو مطلقاً کافر بتایا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟" اس کے جواب میں بندہ نے یہ جواب دیا کہ:

"غیر مقلدین وہابیہ کے مذہب میں بے نمازی مسلمان کو کافر قرار دیا جاتا ہے۔ مگر اہل سنت وجماعت کے نزدیک بے نمازی مسلمان کافر نہیں ہوتا مگر ترک نماز گناہ کبیرہ کے حکم میں ہے بے نماز کے لئے سخت وعید وارد ہے۔ علماء کرام نے بے نماز کو فاسق قرار دیا ہے" ازاں بعد احباب نے مشورہ دیا کہ آج کے اجلاس میں انکی صمصام صاحب کی خدمت میں تحریری سوال پیش کر کے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی جائے!

مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو نماز عشاء کے بعد کل والے مقام پر غیر مقلدین وہابیہ کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا آج کرسی صدارت پر حافظ عبد العزیز صاحب دیوبندی امام مسجد صدوق افروز ہوئے اور غیر مقلد شاطر انکی صمصام صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آج صمصام صاحب کچھ زیادہ ہی جوش میں تھے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا: "یہ لوگ (مسلمانان اہلسنت) ہم پہ تہمت لگاتے ہیں کہ ہم (غیر مقلدین وہابی) محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان نہیں کرتے اور آپ کو بڑے بھائی کے برابر جانتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے بکواس ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی شان کے بعد محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے۔

اس نے آج شانِ رسالت کے موضوع پر بیان کرتا ہوں؟ اس کے بعد شاعر صاحب نے آیۃ مبارکہ

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله

ولو کره المشرکون ۔ پڑھی اور پڑھتے ہی توحید و شرک کے موضوع پر گل افشانی شروع کر دی۔

اور کہا کہ یہ لوگ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے آپ کو خدائی میں شریک کر دیتے ہیں،

مثلاً یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ پگڑی باندھ رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آ گئے اور

آپ کو پگڑی باندھتے دیکھا اور جب اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے تو جبرئیل یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ وہی پگڑی

اللہ تعالیٰ باندھا ہے ۔ اور پگڑی کے جتنے پیچ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باندھے تھے اتنے ہی پیچ

اللہ تعالیٰ نے باندھے ہیں ؟ حالانکہ ہم اس طرح کی تعریف بیان نہیں کر سکتے ۔ ہم تو اتنی تعریف کرتے

ہیں جتنی کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے ۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے،

خالق ہے، اس کی خدائی میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ ہر قسم کے نفع و نقصان کا وہی مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی نبی ، کسی رسول، کسی ولی، کسی پیر اور کسی بت کو یہ طاقت نہیں کہ کسی کو کچھ

فائدہ پہنچا سکے یا کچھ بھی نقصان پہنچا سکے ۔ انبیاء کرام بھی اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے

تھے ۔ کسی نبی یا رسول نے اللہ کے سوا غیر اللہ سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی ۔ اور حضرت محمد کریم

نے بھی یہی توحید پیش کی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی حاجت طلب نہ کی جائے ۔ مگر

کتنے افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ آج یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیروں سے مانگ کر

مشرک بن رہے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں ؛ یاد رکھو کوئی نبی، کوئی رسول،

کوئی امام یا ولی یا پیر یا بت اور دیوی دیوتا کوئی بھی کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اور نہ ہی کچھ نقصان

پہنچا سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ ۔

اس کے ساتھ انہوں نے اپنے بنائے ہوئے پنجابی کے شعر پڑھے جن کا مطلب

یہ ہے کہ کوئی تو پاکپتن کو جاتا ہے ۔ اور کوئی اجمیر کوئی گجرات کو جاتا ہے تو کوئی داتا گنج بخش

کی طرف، کوئی شاہ لنک کی طرف جا رہا ہے تو کوئی مسانیاں کی طرف دوڑ رہا ہے مگر کوئی اللہ کی

طرف رُخ نہیں کرتا اور اس کے باوجود ان کو کچھ شرم نہیں آتی اور اسی طرح یہ لوگ کفر و شرک میں گرفتار

ہیں۔" اور وہ اور ہمارا کہنا بار بار مسلمانوں کو کھلے بندوں کافر مشرک اور بدعتی کہتے رہے۔ انجم صمصام نے موضوع تو شروع کیا تھا شانِ رسالت کا مگر افسوس کہ شانِ رسالت میں کچھ بیان کرسکنے کے بجائے مسلمانوں کو کافر مشرک اور بدعتی بنانا شروع کردیا۔ اور قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ "ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی" پڑھ کر کہا: "کفار و مشرکین بھی بتوں کی پوجا کے جواز میں یہ دلیل پیش کیا کرتے تھے کہ ہم تو بتوں کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ بت ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔ اسی طرح آج کل کے مشرک مسلمان انبیاء و اولیاء اور پیروں کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے تقرب خداوندی کا ذریعہ ہیں۔ جبکہ یہ قطعاً غلط ہے اصولِ اسلام کے خلاف اور یا پھر کوئی سامنے آئے اور قرآن و حدیث سے ثابت کرکے دکھا دے۔"

غیر مقلدین کے شاعر انجم صمصام کی اس گل افشانی سے مسلمانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا اور ایک عام بے چینی پیدا ہوگئی۔ اس کی دل آزار اشتعال انگیز تقریر سے مشتعل ہوکر بعض مسلمانوں نے چاہا کہ انجم صمصام کو تقریر سے روک دیں اور علی الاعلان احتجاج کریں۔

جب یہ بات مجھ تک پہنچی تو میں نے انہیں سمجھایا کہ خاموشی کے ساتھ تقریر سنیں یا اپنے گھروں کو چلے جائیں مگر جلسہ میں مداخلت کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس پر کچھ تو خاموش ہوگئے لیکن کچھ اپنے اسی خیال پر قائم رہے۔ میں نے ان کو پھر سمجھانے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا "یہ مولوی تو انبیاء و اولیاء کی مسلسل توہین کئے چلا جارہا ہے، مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا رہا ہے۔ لیکن آپ خاموش ہیں۔ آپ اس پر اعتراض کیوں نہیں کرتے۔ ادھر تو یہ صورت حال تھی اور ادھر انجم صمصام صاحب اپنی کفر و شرک کی مشین گن پوری رفتار کے ساتھ چلائے جارہے تھے۔ جب میں نے محسوس کیا کہ غیر مقلد شاعر کی اشتعال انگیزی حد سے بڑھتی جارہی ہے تو حالات کیونکر قابو میں رہ سکیں گے۔؟ کوئی دل جلا مشتعل ہوکر کوئی نازیبا حرکت کر بیٹھا تو فساد ہوجائے گا اور پھر غیر مقلدین وہابی حسب عادت خود کو مجرم و قصوروار ٹھہرانے کے بجائے فساد کی ذمہ داری مسلمانوں ہی پر عائد کریں گے اور مجھے فساد کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے کہ حکیم محمد رمضان علی نے یہ فساد کرایا ہے۔ اس خطرہ کے پیش نظر میں نے احباب کو مشورہ دیا کہ جلسہ میں گڑبڑ واقع ہوجانے

سے پہلے بہتر یہ ہے کہ سوال لکھ کر صدر جلسہ تک پہنچایا جائے۔ اس سے یہ مقصد تھا کہ فساد و جھگڑا ٹل جائے۔ چنانچہ یاسین شاہ کی طرف سے مندرجہ ذیل سوال لکھ کر صدر جلسہ تک پہنچا دیا گیا کہ

"آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے پگڑی باندھنے اور یہی پگڑی کا اللہ تعالے کے باندھنے کا جو واقعہ اہلسنت و جماعت کی طرف منسوب کیا ہے یہ واقعہ کس معتبر عالم نے بیان کیا۔ یا کس کتاب میں لکھا ہے؟! براہ کرم وضاحت فرمائیں؟"

دوسرا رقعہ مسٹر نواب الدین صاحب کی جانب سے پیش کیا گیا کہ۔

"کل کی تقریر میں آپ نے تارکِ نماز مسلمانوں کو مطلقاً کافر ٹھہرایا ہے۔ براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ تارکِ نماز مسلمانوں کے ساتھ کفار کا برتاؤ کرنا چاہیئے یا نہیں۔ نیز ان سے رشتہ ناطہ، ان کی نمازِ جنازہ ادا کرنے اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے متعلق کیا حکم ہے؟؟"

غیر مقلد مقرر نے یہ بیان بھی کیا تھا کہ یہ لوگ جو محمد کریم کو اللہ کا نور کہتے ہیں یہ بکواس ہے۔ حضور تو اپنے متعلق قرآن شریف میں فرماتے ہیں۔ قل انما انا بشر مثلکم اس لئے تیسرا رقعہ میں نے پیش کیا کہ۔ مولوی صاحب براہِ کرم قرآن مجید کی اس آیتِ شریفہ۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ پر روشنی ڈالیں؟ چوتھا رقعہ حکیم محمد ابراہیم کی جانب سے پیش کیا گیا کہ "اگر آپ کے بزرگوں کی کتاب میں حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑا بھائی لکھا ہوا مل جائے تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟!

غیر مقلد مقرر اپنے صمصام نے ان پیش کردہ سوالات کی طرف کوئی دھیان دیئے بغیر اپنی اشتعال انگیزی کو بدستور جاری رکھا۔ تو پانچواں رقعہ میری طرف سے پیش کیا گیا کہ "صدر جلسہ براہ کرم مولوی صاحب سے فرمائیں کہ پیش کئے گئے تحریری سوالات کے مدلل جواب ارشاد فرمائیں"

جب اس پر بھی کوئی توجہ نہ دی گئی تو چھٹا رقعہ میری طرف سے بھیجا گیا کہ "مولوی صمصام صاحب آپ نے اپنی تقریر میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے فضائل و برکات کا انکار کیا ہے اور وسیلہ اختیار کرنے کو کفر و شرک قرار دیا ہے، اس لئے کل دوا گئی سے پہلے

پہلے ہیں مسئلہ توسل پر تبادلۂ خیالات فرما کر مشکور فرمائیں گے

مزید کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ساتواں رقعہ حکیم محمد ابراہیم نے پیش کیا کہ "سوالات کا جواب دے کر مشکور فرمائیں" اس پر آپ صمصام تھوڑی دیر تقریر کرنے کے بعد بیٹھ گئے یا انہیں بٹھا دیا گیا اور غیر مقلد مولوی اسماعیل روپڑی، ڈائس پر آئے اور کہا۔

"مخالفین کی طرف سے چند سوالات آئے ہیں، ان میں اکثر تو اس قابل ہی نہیں کہ ان کا جواب دیا جائے، ہاں۔ البتہ ایک دو سوال ہیں جن کا جواب بتا دیتا ہوں۔ یہ سوال ہم سے پوچھا گیا ہے کہ محمد کریم پگڑی باندھ رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور جب اللہ تعالیٰ کے پاس گئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہی پگڑی اللہ تعالیٰ باندھ رہا ہے: یہ واقعہ علمائے اہلسنت میں سے کس معتبر عالم نے کس کتاب میں لکھا یا بیان کیا ہے "؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

"یہ واقعہ کسی کتاب میں نہیں ہے اور ہم نے کب کہا ہے کہ یہ واقعہ کسی کتاب میں ہے مولوی صمصام صاحب تو کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی جلسہ میں کسی مولوی صاحب کی تقریر میں یہ واقعہ سنا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے اس پر زیادہ گفتگو بیکار ہے" اور دوسرا رقعہ یہ ہے کہ "اگر آپ کے بزرگوں کی کتاب میں حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کے برابر لکھا ہوا مل جائے تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟" تو اس کا جواب یہ ہے۔

"اے مسلمانو! میں یہ قرآن شریف ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں کہ جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کے برابر لکھا ہو وہ ہمارا ہم رنگ کیا ہو سکتا ہے بلکہ ہم اسے ابو جہل سے بدتر سمجھتے ہیں"!

مولوی اسماعیل روپڑی نے اس اعلان کو تین مرتبہ دہرایا اور مستری محمد ابراہیم صاحب غیر مقلد بانی جلسہ نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ "میں ایسا کہنے یا لکھنے والے کو جوتے ماروں گا"! ف1

حاشیہ ف1 تقویۃ الایمانی وہابی صاحبان اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ اپنے ساتھیوں کے اس اعلان سے کوئی چوٹ تو نہیں لگی۔

اور تیسرے رقعہ میں یہ سوال کیا گیا ہے کہ "آپ نے وعظ میں مسلمان تارک نماز کو مطلقاً کافر کہا ہے -!! تو - تو اس کا جواب یہ ہے کہ "ہم سے پوچھنے کے بجائے علمائے علماء سے پوچھ لیں ہم اس کا کوئی جواب نہیں دیتے "! قارئین! وہابیہ کی یہ عجیب منطق ہے کہ کفر کا فتویٰ صادر کریں غیر مقلد مولوی لیکن جواب دار ٹھہریں علمائے اہلسنت ! ! اس کے بعد غیر مقلد اسماعیل مدھیڑی نے کہا "ان کے علاوہ اور کوئی رقعہ قابل جواب نہیں ہے" !!

میرے اس رقعہ کو مولوی مدھیڑی ہضم کر گیا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ "قد جاءکم من الله نور و کتاب مبین - کی وضاحت فرمائیں" شاید اس لئے کہ وہ اس آیت مبارکہ پر ایمان نہیں رکھتے یا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے حضور انور کا "نور من اللہ" ہونا بیان کرنے سے گروہ وہابیہ کا سانس پھولتا تھا - بہر حال غیر مقلدین نے اس کا کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا - پھر غیر مقلد اسماعیل مدھیڑی بولا -

اور یہ بڑا تعجب ہے کہ "مولوی صمصام صاحب آپ نے اپنی تقریر میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے فضائل و برکات کا انکار کیا ہے اور وسیلہ اختیار کرنے کو کفر و شرک قرار دیا ہے - اس لئے کل روانگی سے پہلے میرے ساتھ مسئلہ توسل پر تبادلہ خیال فرما کر شکور فرمائیں "

اس پر حکیم محمد رمضان علی کے دستخط ہیں " مولوی صمصام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مولوی صمصام صاحب کیا آپ نے انبیاء و اولیاء کے فضائل و برکات کا انکار کیا ہے اور کیا آپ انکاری ہیں "! مائیکروفون پر اس کا اعلان کریں " اس پر مولوی صمصام نے مائیکروفون پر آکر کہا "ہم انبیاء و اولیاء کے فضائل و برکات کے قائل ہیں - اور جو ان کے فضائل و برکات کا انکار کرے اس کو ہم بے ایمان سمجھتے ہیں "! اتنا کہہ کر بیٹھ گئے اور مولوی اسماعیل مدھیڑی نے بلند آواز سے پکار کر کہا - "ہاں - تو میں حکیم صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ کل صبح کیوں "؟ ابھی تشریف لے آئیں تاکہ اسی وقت مسئلہ توسل پر گفتگو کر لی جائے - ہاں ہاں - آئیے حکیم صاحب، آئیے - آئیے - طنز کے لہجے میں - انہوں نے کئی بار ایسی کہا - جب انہوں نے تین چار بار اسی وقت بحث کرنے کے لئے للکارا - تو میں نے جواب دیا کہ "میں نے اپنے رقعہ میں کل تبادلہ خیال کرنے کو کہا ہے " اور چونکہ اس وقت

میرے ساتھ کتابیں نہیں ہیں اور دوسرے یہ کہ میں اس وقت بحث کرنے نہیں آیا ہوں اس لئے کل تبادلہ خیال کرنا بہتر ہے "

فقیر کے اس جواب پر وہ شیر ہو گئے۔ سمجھے کہ فقیر مقابلے آنے سے گھبراتا ہے۔ وہ بار بار طنزیہ مزاج کے لہجہ میں چیلنج کرنا شروع کیا۔ اور اسی وقت مناظرہ پر اصرار کرتے ہوئے پکارنے لگے۔ "کل نہیں! ابھی آئیے۔ کیا معلوم کل تک کون مرے کون زندہ رہے۔ آئیے۔ آئیے۔ آتے کیوں نہیں "؟

غیر مقلدین کے بار بار چیلنج اور فقیر کی جانب سے خاموشی کی وجہ سے نام نہاد حنفی (دیوبندی) اور غیر مقلدین فاتحانہ انداز میں سرگوشیاں کرنے لگے اور عوام اہلسنت بھی سوچنے لگے کہ جب یہ وہابی مولوی حکیم صاحب کو بحث کے لئے بار بار بلا رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ بحث کے لئے تیار نہیں ہوتے؟ حتیٰ کہ احباب نے اصرار کرتے ہوئے فقیر سے کہا کہ " آپ وہابیوں کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ابھی تبادلہ خیال کرلیں تاکہ حق و باطل ظاہر ہو جائے "

اس صورت حال کے پیش نظر فقیر بسم اللہ پڑھ کر اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ان کی اسٹیج پر پہنچ گیا۔ طے پایا کہ مباحثہ "توسل" کے موضوع پر ہوگا۔ وہابیوں کی طرف سے غیر مقلد مولوی حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور اہلسنت کی طرف سے مولوی حکیم محمد رمضان علی قادری نمائندگی کریں گے۔ فریقین کیلئے پانچ پانچ منٹ باری باری وقت مقرر ہوا۔

غیر مقلد حضرات کے صدر صاحب نے اعلان کیا کہ یہ مباحثہ کے لئے پہلے حکیم رمضان علی صاحب اپنا عقیدہ بیان کریں اس کے بعد مسئلہ توسل کے ثبوت میں قرآن شریف کی آیت پیش کریں اور پھر حدیث سے کوئی صحیح روایت تائید میں بتائیں۔ فقیر نے حمد و نعت کے بعد اپنا عقیدہ مختصراً یوں بیان کیا: "تمام قوتوں کا مالک خالق، اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی بھی شریک نہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اذن و عطا سے جملہ مخلوق کے لئے وسیلۂ اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون فرما

کر جس اس کی بارگاہ میں قرب و مقبولیت حاصل کرنے کے لئے وسیلہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے
چنانچہ اس کی تشریح میں مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے ہاں سب سے زیادہ مقرب ہو اور اس کے بعد وہ شخص مراد ہے جو کہ اس کا نائب ہو۔
پس حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جملہ مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں
زیادہ مقرب ہیں اس لئے قرآن مجید میں ہمیں ان کا وسیلہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اور ان کے
بعد اولیاء کرام سے توسل کا حکم ہے۔ حدیث شریف سے بھی مسئلہ توسل حضور رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً فعلاً ثابت ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
قدس سرہٗ العزیز۔ مشکوٰۃ اور حدیث کی دوسری کتب کے حوالہ سے جذب القلوب میں تحریر
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا صحابی حاضر ہوا۔ اس
نے عرض کی یا رسول اللہ، میرے لئے دعا فرمائیں، حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اگر تم
صبر کرو تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ نابینا صحابی نے پھر عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ میرے
لئے دعا فرمائیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت
نفل ادا کر اور پھر یہ دعا پڑھو۔ اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد
نبی الرحمۃ یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی ھذہٖ لیقضی
لی اللّٰھم فشفعہ فیَّ۔ اور عملاً اس طرح کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی والدہ ماجدہ کا
انتقال ہوا اور ان کی قبر تیار ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں لیٹ گئے۔ اور فرمایا۔ اللّٰھم
اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیک والانبیاء
الذین من قبلی۔ پس جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی روایت کے مطابق
صحابہ کرام کو اپنا وسیلہ پکڑنے کی تعلیم دی۔ اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے خود اپنے وسیلہ و گذشتہ انبیاء کرام کے وسیلہ سے وسعت قبر کے لئے اور مغفرت کے
لئے دعا مانگی تو ثابت ہوا کہ انبیاء و اولیاء موجود و گذشتہ سے توسل سنت ہے نہ کہ شرک
بدعت۔ حدیث شریف سے تیسرا ثبوت یہ ہے کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدانِ

جنگ میں فقراء مساکین کے وسیلے سے کفار پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔

فقیر کے اس بیان کے بعد غیر مقلد مولوی حافظ اسماعیل روپڑی جواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے لیکن میرے دلائل کا جواب دینے کے بجائے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی زندگی میں وسیلہ پکڑنے کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد ناجائز۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارش کے لئے تمام صحابہ کو ساتھ لے کر شہر سے باہر جا کر یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اس سے پہلے ہم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرتے تھے۔ اور چونکہ رسول اللہ اب ہم میں نہیں ہیں اس لئے اب ہم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ساتھ توسل کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور کی زندگی میں حضور سے توسل جائز تھا اور حضور کی وفات کے بعد ان سے توسل ناجائز ہے۔ ورنہ حضرت عمر صحابہ کو ساتھ لے کر شہر کے باہر جا کر حضرت عباس سے توسل کرنے کے بجائے حضرت محمد کریم کی قبر پر جا کر طلب بارش کی دعا کرتے۔ چونکہ حضرت عمر نے ایسا نہیں کیا اور صحابہ میں سے بھی کسی ایک نے یہ نہ کہا کہ رسول اللہ کی قبر قریب موجود ہے۔ تو باہر جا کر کیوں دعا مانگیں، کیوں نہ رسول اللہ کی قبر پر جا کر ان سے توسل کر کے بارش کی دعا کی جائے اس لئے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی یا ولی کی زندگی میں ان سے دعا کرائی جائے ان کی موت کے بعد توسل جائز نہیں بلکہ شرک و بدعت ہے۔ اور حکیم صاحب نے جو کہا کہ حضور فقراء مساکین کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ یہ روایت کس کتاب میں ہے ؟؟ اس کے علاوہ اعلیٰ کو ادنیٰ سے توسل کرنا خلاف عقل ہے۔ اور رسول اللہ کی شان میں بے ادبی ہے، گستاخی ہے۔ رسول اللہ سے زیادہ کون مقبول ہو سکتا ہے۔؟ اس کے علاوہ رسول اللہ کو کیا ضرورت کہ اپنے سے کمتر فقراء و مساکین کا وسیلہ لیں"؟

اتنا بیان کرنے کے بعد غیر مقلد مولوی روپڑی بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد فقیر نے کھڑے ہو کر کہا کہ مولوی صاحب نے میری پیش کردہ قرآن مجید کی آیت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ زندگی میں توسل جائز ہے اور وفات کے بعد نہیں جائز کر اس کے ثبوت میں نے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا عمل مبارک بیان کیا کہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ کی قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹ گئے۔ اپنے وسیلہ اور گذشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے مغفرت اور وسعت قبر کے لئے دعا فرمائی تو ثابت ہوا کہ وفات کے بعد بھی توسّل جائز ہے!

وفات کے بعد توسّل کے جواز میں مزید ثبوت یہ ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعد وفات بھی توسّل جائز ہے۔ اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک صحابی کو حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کوئی حاجت درپیش تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے تو اس صحابی رسول نے دوسرے صحابی سے مشورہ لیا کہ میں حاجت برآری کے لئے کیا کروں؟ اس صحابی نے حاجتمند صحابی سے کہا کہ وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھو اور پھر یہ دعا پڑھو۔ اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لیقضی لی اللّٰھم فشفعہ فی۔ اگر وفات کے بعد توسّل شرک و بدعت ہوتا تو ایک صحابی دوسرے صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ سے وسیلہ اختیار کرنے کی تعلیم نہ دیتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد یا محمد ندا کے ساتھ آپ کو پکارنے کی تعلیم نہ دیتا۔ اس کے باوجود اگر آپ وفات کے بعد توسّل کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں تو اگر ہمت ہے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بھی شرک اور بدعتی ہونے کا فتویٰ لگا دیجئے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر بھی شرک و بدعت کا فتوے لگائیں۔ حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے تمام صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں۔ جس کی تم کسی صحابی کی پیروی کرو ہدایت یافتہ ہو گے۔ پس جب کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی توسّل بعد وفات ثابت ہے تو فرمان خدا، فرمان رسول اور صحابہ کی پیروی میں مسلمانان اہلسنت توسّل کرتے ہیں تو انہیں شرک و بدعتی قرار دینا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ مولوی صاحب! میری پہلی پیش کردہ

روایات حدیث کا جواب دیں اور اس روایت کا بھی جواب دیں۔ نیز جو آیۃ قرآن ہم نے پیش کی اس کا جواب بھی آپ کے ذمہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متعلق یہ روایت کہ آپ میدانِ جنگ میں فقراء و مساکین کے وسیلے سے کفار پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ دیوبندی مولوی کی لکھی ہوئی کتاب "جنت کی کنجی" میں بھی موجود ہے اور چونکہ میں کتابیں لے کر نہیں آیا تھا اس لئے میں پیش کردہ روایات کل صبح انشاء اللہ دکھا دوں گا۔ اتنا بیان کرنے کے بعد میں نے اپنی تقریر ختم کی اور بیٹھ گیا۔ اب مولوی روپڑی صاحب جواب دینے کے لئے اُٹھے تو سہی لیکن ان کی پھرتی غائب ہو چکی تھی۔ کھڑے کھڑے چند منٹ تک یہ سوچتے رہے کہ اب ان کا جواب میں کیا دوں۔؟ تاہم سوال کو متبع کرتے ہوئے یوں کہنا شروع کیا "حکیم صاحب نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس روایت کا حوالہ مشکوٰۃ شریف اور جنت کی کنجی میں بتایا ہے۔ مگر پیش نہیں کیا۔ ہمارے پاس مشکوٰۃ مترجم کی دو جلدیں موجود ہیں۔ ان میں سے روایت دکھا دیں یا کتاب جنت کی کنجی ہی میں دکھا دیں؟ اس پر میں نے جلسہ میں موجود ایک طالب علم کو کہا کہ تمہارے پاس کتاب "جنت کی کنجی" ہے وہ جلدی سے لے آؤ۔ چنانچہ وہ کتاب لے آیا اور میں نے یہ روایت نکال کر غیر مقلد مولوی کے ہاتھ میں دیدی۔ اور اسے بتایا کہ یہ دیکھو یہ روایت طبرانی کے حوالے سے اس میں موجود ہے؟

اب اس غیر مقلد مولوی روپڑی کی دھوکہ بازی ملاحظہ ہو۔ اس نے حاضرین کو چکر میں ڈالنے کے لئے پہلے تو یہ کہا کہ "اس کے مصنف کا نام کتاب پر درج نہیں ہے؟ اور پھر کہا "حکیم صاحب نے جو روایت پیش کی ہے وہ اس کتاب میں موجود نہیں ہے؟ پھر کہا "کتنی شرم کی بات ہے کہ حکیم صاحب غلط حوالے دے رہے ہیں؟ اور اسی صفحہ پر اس روایت سے اوپر والی روایت پڑھ کر حاضرین کو سنانے لگے۔ اور کہا "حکیم صاحب کی بیان کی ہوئی بات اس روایت میں کہاں ہے۔؟ اس میں تو یہ لکھا ہے۔ اللّٰھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ مولوی روپڑی کی غلط بیانی اور دھوکہ بازی سے چونکہ حاضرین ناواقف تھے اس لئے ان میں سے غیر مقلدین اور دیوبندی وہابی تالیاں بجانے لگے اور احباب اہلسنت نہایت پریشان

جھوٹے کر یہ کیا معاملہ ہے۔! اس کے بعد مولوی راولپنڈی نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ کتاب جنت کی کنجی کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے، کسی مُلّا کی لکھی ہوئی ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ سے وسیلہ پکڑنے کی کیا ضرورت۔؟ اس روایت کو تسلیم کرنے سے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی بلکہ توہین ہوتی ہے۔ رسول اللہ سے بڑھ کر اور کس کی دعا مقبول ہو سکتی ہے؟ حضور کو کیا ضرورت کہ اپنے اُمتیوں فقرا اور مساکین کے وسیلے سے دعا مانگیں۔؟ پھر مزہ تو جب ہے کہ حکیم صاحب کوئی حدیث کی کتاب پیش کریں۔ چونکہ غیر مقلد مولوی راولپنڈی اصل لاجواب ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ بار بار یہی باتیں دُہرانے پر مجبور تھا کہ علانیہ اپنی شکست کا اعتراف کر نہ سکتا تھا۔ تاہم اتنا کچھ کہنے کے بعد وہ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد فقیر نے کھڑے ہو کر کتاب کھول کر وہ روایت پڑھ کر سنائی اور کہا عجیب کہ یہ روایت مشکوٰۃ میں بھی منقول ہے تو مولوی صاحب بتائیں کہ طبرانی شریف اور مشکوٰۃ شریف کیا حدیث کی کتابیں نہیں ہیں؟! نیز بڑی شرم کی بات ہے کہ مولوی صاحب اس روایت کو دیدہ دانستہ چھوڑ کر اوپر والی دوسری روایت حاضرین کو سنا کر مغالطہ دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب بار بار یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ کو ادنیٰ سے توسّل کرنے کے کیا معنے۔؟ تو سنیئے ہمارا ایمان ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر مخلوقات میں سے کوئی بھی مقرب و مقبولِ الٰہی نہیں ہے مگر آپ نے تمام مخلوق کے لیے خود وسیلۂ اعظم ہونے کے باوجود اپنی اُمت کے فقرا و مساکین کو وسیلہ اختیار کیا اور یہ اسلئے کہ فقرا و مساکین کی عزت بڑھے۔ نیز اس لئے بھی کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے علاوہ فقرا و مساکین اور اولیاء اللہ سے توسّل شرعی طور پر جائز اور سنّت ٹھہرے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عمل مبارک بیانِ جواز اور تعلیم کے لئے ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مقصد بھی معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے گستاخوں اور منکرین کا منہ بند ہو جائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل فرمانے کی وجہ سے کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔
پھر ان سب باتوں کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نابینا صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بذاتِ خود توسّل کی دعا سکھائی جس میں۔ یا حرفِ ندا کے ساتھ حضور کو پکارنے کی بھی تعلیم ہے۔

اور پھر یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے حضور کی یہ تعلیم ہے کہ مومن مسلمان آپ کا وسیلہ اختیار کرتے رہیں۔ پس اس روایت سے نہ صرف توسل بحضور بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے کا جواز بلکہ سنت ہونا بھی ثابت ہوا۔ مولوی صاحب نے ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ اس دلیل کا کچھ جواب دیا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ کی قبر میں لیٹ کر دعا مانگی۔ وَسِّعْ عليها مُدْخَلَهَا بِنَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي۔ پس آپ نے یوں دعا مانگ کر نہ صرف خود اپنی ذات سے توسل فرمایا بلکہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی توسل فرمایا۔ جس سے ثابت ہے کہ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے زیادہ مقرب و مقبول رب العالمین ہیں۔ آپ کو کسی دوسرے کے وسیلہ پکڑنے کی قطعاً ضرورت نہیں، مگر حضور نے اپنے عمل مبارک سے اپنی امت کو تعلیم دی کہ گذشتہ انبیاء و اولیاء سے بھی توسل کیا کریں جس سے بحمدہٖ تعالےٰ ہمارا دعوےٰ ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارہم کی ظاہری دنیوی زندگی میں بھی اور رحلت فرمانے کے بعد بھی ان سے توسل جائز اور سنت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات قابل غور ہے کہ اگر رحلت فرمائے ہوئے نفوس قدسیہ سے توسل جائز نہ ہوتا، شرک یا بدعت ہوتا تو حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جبکہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو رحلت فرمائے ہوئے کافی عرصہ گذر چکا تھا۔ تو ایک صحابی دوسرے صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے توسل کرنے کی تعلیم ہرگز نہ دیتا۔ جس میں۔ یا۔ حرف ندا بھی موجود ہے۔ براہ کرم مولوی صاحب اِدھر اُدھر کی لایعنی باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے میرے دلائل کا جواب دیں۔ اتنا بیان کر چکنے کے بعد میں نے اپنی تقریر ختم کی۔

غیر مقلد مولوی صاحب کو مل حقیقۃً دو پڑا تھا۔ اب کی بار بمشکل اٹھا اور چونکہ اس کے پاس میرے بیان کردہ حقائق کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اور نہ ہی تردید ممکن تھی۔ لہٰذا وہ کیا جواب دیتا؟

ایسی حالت میں اس سے اور تو کچھ بن نہ پڑا بس کھڑے ہوتے ہی اس نے کتاب حجت کی کنجی ہاتھ میں لی اور کتاب کھول کر بیہودہ دھوکہ بازی شروع کر دی۔ یعنی میری بیان کردہ روایت حدیث کو چھوڑ کر اس سے اوپر والی روایت اللّٰھم احینی مسکینا۔ پڑھی اور کہا یہ حکیم صاحب کا بیان کردہ مطلب اس روایت سے کب نکلتا ہے!

حکیم صاحب جو روایت بیان کرتے ہیں وہ اس کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اور کتاب منبر پر رکھ دی۔

فقیر نے اس کی تقریر کے دوران ہی میں کھڑے ہو کر کتاب منبر سے اٹھائی اور وہ روایت نکال کر قریب ہی بیٹھے ہوئے قاری حافظ ناظر حسین صاحب دیوبندی، حافظ محمد اکرم صاحب دیوبندی اور ڈاکٹر مقبول احمد صاحب چیئرمین جنیڑی کمیٹی کو دکھائی اور ان سے کہا کہ آپ خود پڑھ کر دیکھیں کہ میری پیش کردہ روایت یہ موجود ہے یا نہیں۔؟ چنانچہ انہوں نے بچشم خود یہ روایت پڑھ کر مولوی غیر مقلد روپڑی کی اس قدر دیدہ دلیری و غلط بیانی پر تعجب کا اظہار کیا۔ ان کو دکھانے کے بعد فقیر نے غیر مقلد روپڑی کو اس کی تقریر ہی کے دوران میں یہ روایت انگلی رکھ کر دکھائی تو وہ فوراً پینترا بدل کر یہ کہنے لگا کہ مُلا علی قاری نے اس روایت کو موضوع اور غلط قرار دیا ہے۔ بلکہ حکیم صاحب کی پیش کردہ سب روایتیں غلط ہیں۔ میں حکیم صاحب کو ایک سو روپیہ نقد انعام دوں گا اگر حکیم صاحب ان روایتوں کو صحیح ثابت کر دیں۔ اس پر احباب اہلسنت میں سے ایک صاحب مرزا رحمت علی صاحب ساکن "جھول" نے بآواز بلند اعلان کیا کہ اگر یہ غیر مقلد مولوی ہمارے مولوی حکیم محمد رمضان علی صاحب کی بیان کردہ دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل کو غلط ثابت کر دے تو میں ایک ہزار روپیہ نقد ادا کرنے کو تیار ہوں۔ جو اس پر غیر مقلد روپڑی نے بوکھلا کر کہا: حکیم صاحب میری پیش کی ہوئی اس روایت کا کیوں کوئی جواب نہیں دیتے کہ حضرت عمر صحابہ کو ساتھ لے کر شہر سے باہر جا کر رسول اللہ سے نہیں بلکہ حضور کے چچا سے توسل فرماتے تھے۔ حکیم صاحب اس کا جواب دے ہی نہیں سکتے۔" اتنا کہنے کے بعد غیر مقلد مولوی نے وہی سابقہ بیان دہرانا شروع کیا اور کہا: حکیم صاحب نے یہ روایت کو جو پیش کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فقراء مساکین

وسیلے سے کفار پہ فتح کی دعا کیا کرتے تھے اس روایت کو ملا علی قاری نے غلط کہا ہے ۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور اپنے سے کمتر کا توسل پکڑیں ۔ ؟ یہ حضور کی توہین ہے ، بے ادبی ہے گستاخی ہے ۔ اسی بات کو کئی منٹ دہراتا رہا ۔ اس کے بعد کہنے لگا جس طرح میں مشکوٰۃ سے روایت دکھا رہا ہوں اسی طرح حکیم صاحب حدیث کی کتابیں کیوں پیش نہیں کرتے ۔ ؟ ہم جنت کی کنجی اور جذب القلوب کو تسلیم نہیں کرتے ۔ حکیم صاحب ہماری طرح حدیث کی کتاب پیش کریں ۔ چونکہ غیر مقلد روپڑی القریر کے پیش کردہ دلائل کے جواب سے کیسر واجز آچکا تھا ۔ اور کوئی بات اسے سوجھتی نہیں تھی کہ وہ پانچ منٹ تقریر کا وقت کیونکر پورا کرے ۔ اس کے علاوہ اس کے پاس اپنے عقیدۂ باطل کے اثبات میں پیش کرنے کے لئے بھی کوئی دلیل نہیں تھی ۔ لہذا آؤٹ پٹانگ بولے جا رہا تھا ۔ تاکہ کسی طرح اس کی تقریر کا وقت پورا ہو ۔ علاوہ اس کی بے مقصد باتوں سے تو یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کو خود معلوم نہیں کہ اسے کیا کہنا چاہئے اور کیا کہہ رہا ہے ! مختصر یہ کہ بجائے کہ تو تو میں میں کرکے پانچ منٹ ختم ہوئے اور اسماعیل روپڑی صاحب کی جان چھوٹی ۔

اس کی تقریر کے بعد فقیر نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا : افسوس ہے کہ مولوی صاحب ہر بار میرے دلائل کا کھلا جواب دینے کے بجائے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گذار دیتے ہیں ۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہمراہ شہر سے باہر جا کر بارش کی دعا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے ۔ تو غیر مقلد مولوی کی پیش کردہ اس روایت سے ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و سید الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علاوہ مقبولان بارگاہ رسالت اولیاء اللہ سے بھی توسل جائز ہے ۔ نہ کہ کفر و شرک یا بدعت ۔ رحلت کے بعد توسل اس نابینا صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ والی روایت سے ثابت ہے کیونکہ یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے دستور العمل ہے ۔ چنانچہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو اس دعا کی تعلیم دے کر ثابت کر دیا کہ رحلت کے بعد توسل بہ حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام دست ہے یا ۔ حرف ندا کے ساتھ یا رسول اللہ کہہ کر ندا کرنا بھی نہ صرف

جائز بلکہ سنت ہے یہ جبکہ وہابیہ کے کہنے کے مطابق شرک و بدعت ٹھہرے؟!

مولوی صاحب بار بار کتابیں مطالبہ کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس میرے پیش کردہ دلائل کا کوئی جواب تو ہے نہیں اس لئے حاضرین کی توجہ ہٹانے اور اپنی شکست فاش کو چھپانے اور وقت گنوانے کی خاطر خواہ مخواہ کی باتیں بناتے ہیں۔ اور یہ تو میں نے مباحثہ شروع ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ چونکہ اس وقت میں نہ مباحثہ کرنے آیا ہوں۔ نہ ہی کتابیں ساتھ لایا ہوں۔ لہذا کل تبادلہ خیالات کیا جائے تاکہ میں کتابیں پیش کر سکوں۔ لیکن مولوی صاحب نے اسی وقت مباحثہ کے لئے اصرار کیا اور بار بار چیلنج کیا جس کی وجہ سے مجھے اسی وقت اپنے دلائل پیش کرنے پڑے تاہم اگر مولوی صاحب چاہیں تو علی الصباح میں کتابوں سے پیش کردہ دلائل روایات حدیث دکھانے کو تیار ہوں۔ مولوی صاحب کے لئے لازم ہے کہ وہ میرے دلائل کا جواب دیں۔ اتنا کہہ کر میں نے اپنی تقریر ختم کی۔

حاضرین جلسہ بھی سمجھ چکے تھے کہ غیر مقلد مولوی حافظ اسماعیل روپڑی جواب دینے سے عاجز ہے۔ نیز اس کی لایعنی باتوں سے اکتا بھی گئے تھے نیز وقت بھی کافی گزر چکا تھا کہ صبح صادق ہونے والی تھی۔ میرے بیان کے اختتام پر ڈاکٹر حافظ مقبول احمد صاحب اور حافظ محمد اکرم صاحب دیوبندی نے کھڑے ہو کر مجھ سے یہ کہا کہ حکیم صاحب! اس وقت بحث ختم کر دی جائے تو بہتر ہے۔ صبح آپ کتابیں لے کر آجائیں تاکہ بحث مکمل ہو سکے اور دیگر احباب نے بھی اس بات کی تائید کی کہ اس وقت بحث ملتوی کرنا ہی مناسب ہے۔

ان کے علاوہ اسٹیج پر موجود وہابیہ کی طرف سے بھی یہی آواز بلند ہوئی کہ اس وقت مزید گفتگو بیکار ہے صبح حکیم صاحب کتابیں لے کر آجائیں اور بحث کر لیں؟ اس پر فقیر اسٹیج سے اٹھ کر جلسہ گاہ سے باہر آ گیا میرے ساتھ ہی احباب اہلسنت بھی جلسہ گاہ سے چلے آئے۔ اس کے بعد مولوی روپڑی تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ اور اپنی خفت مٹانے کی خاطر کچھ دیر تک تقریر کرتا رہا۔ اس نے اپنی تقریر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب کا مذاق اڑایا اور کہا کہ حکیم صاحب سوائے جذب القلوب اور حقیقت کی کنجی کے حدیث کی کوئی کتاب

پیش کر سکتے۔ تہذیب القلوب کوئی معتبر کتاب نہیں ہے۔ اس میں ایسی ایسی باتیں ہیں جن کو ہندو، آریہ، عیسائی اور مرزائی وغیرہ اپنے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ بالآخر غیر مقلد مولوی نے ادھر ادھر کی لایعنی باتیں کرنے اور شیخی بگھارنے کے بعد جلسہ برخاست کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا چونکہ ہمیں علی الصباح حیدرآباد پہنچنا ہے اور مولوی صمصام صاحب کو کراچی جانا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہمارے پاس مناظرہ کے لئے کتابیں بھی موجود نہیں ہیں، اس لئے حکیم صاحب سے ہماری مزید گفتگو نہ ہو سکے گی۔ اگر ہمارے چلے جانے کے بعد یہ لوگ شور مچائیں تو ہم کو اطلاع کر دی جائے۔ ہم پورے ساز و سامان سے لیس ہو کر پہنچ جائیں گے" یہ جلسہ تقریباً ساڑھے تین یا چار بجے علی الصباح ختم ہوا۔ اور سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے نماز فجر کے بعد معلوم ہوا کہ جلسہ برخاست کرتے ہی سارے غیر مقلد وہابی مولوی ٹیکسی میں سوار ہو کر فرار ہو چکے ہیں۔ بے چاروں نے بدحواسی کے عالم میں لبس تک کا انتظار بھی گوارا نہ کیا۔ جو علی الصباح پونے پانچ بجے شہداد پور کو جاتی ہے۔"

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ مولوی حکیم محمد رمضان علی قادری کی تحریر ہذا مطابق واقعہ صحیح اور درست ہے۔ ہم جلسہ میں موجود تھے اور ہم نے سوال و جواب سنے ہیں۔
دستخط حکیم محمد ابراہیم۔ دستخط ماسٹر لباب الدین۔ دستخط محمد طفیل دکاندار۔ دستخط مبارک حسین۔ دستخط محمد یاسین۔ دستخط قاری حافظ ناظر حسین دیوبندی مدرس دستخط ڈاکٹر حافظ مقبول احمد خان ناظم مسجد و مدرسہ دیوبندیہ و ممبر میونسپلٹی کمیٹی شہر سنجھورو ضلع سانگھڑ سندھ۔

حرفِ آخر

ناظرین :- روئیداد جلسہ و مباحثہ سے صاف ظاہر ہے کہ غیر مقلد مولوی محمد اسماعیل روپڑی نے کوئی ایک بات بھی کام کی نہ کی بلکہ اس کے کہ اپنے پیشواؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ رسول اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح احکام کا مذاق اڑایا۔ قرآن و حدیث کو رد کیا اور مسلمانوں کو مشرک و کافر ثابت کرنے کے لئے بے ایمانی، دروغ بیانی، بہتان طرازی، مکاری فریب کاری اور دھوکہ بازی کا کمال فن کے ساتھ مظاہرہ کیا۔ اَلَاۤ اِنَّ کُلَّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْهِ۔ جو کچھ برتن میں ہوتا ہے وہی چھلکتا ہے؛ چونکہ غیر مقلدین وہابیہ کے نام نہاد مولوی روپڑی نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت مُلّا علی قاری محدث قدس سرہ العزیز کی ذات بابرکات پر بہتان طرازی کی کہ انہوں نے اس روایت حدیث کو موضوع اور غلط قرار دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے جھوٹ و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے حضرت مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے ثابت کیا جائے کہ مباحثہ میں پیش کردہ روایات حدیث صحیح و درست ہیں۔ ان کی صحت پر محدثین اور علمائے اُمت کا اتفاق ہے۔ ان روایات کے متعلق حضرت العلامۃ الفہامہ مفسر قرآن محدث پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور۔ اور حضرت قبلہ شیخ العلماء مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم اعلیٰ دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے فتاویٰ درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اور وہابی مولویوں کی صداقت و دیانت کا اندازہ لگائیں۔

نقل فتوے

حضرت مولانا مفتی ابوسعید محمد امین صاحب مفتی دارالافتاء دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر الاسلام

جھنگ ماننا لائکپور حسب الارشاد عالیجناب قبلہ حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب مدظلہ العالی۔

هو

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

اما بعد۔ فقیر کے پاس فاضل نوجوان مولانا مولوی حکیم محمد سنان صاحب خطیب جامع مسجد بنجو وو سندھ تشریف لائے۔ اور بیان فرمایا کہ میری بحث مولوی اسماعیل غیر مقلد وہابی روپڑی کے ساتھ مسئلہ توسل و استغاثہ پر ہوئی میں نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں (۱) حضریا البصریالی حدیث کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اپنی بینائی کی شکایت کرنے پر سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا سکھائی۔ انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی الخ (اور ۲) حدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستفتح بصعالیک المھاجرین (اور ۳) حدیث پاک کہ حضور سلطان دنیا و دین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قبر میں تشریف لائے اور دعا کی ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔ تینوں حدیثیں بیان کیں تو مد مقابل غیر مقلد وہابی مولوی اسماعیل روپڑی نے برملا کہہ دیا کہ یہ تینوں حدیثیں غلط ہیں۔ اور ملا علی قاری وغیرہ نے ان حدیثوں کو موضوع لکھا ہے۔ لہٰذا بیان کیا جائے کہ یہ حدیثیں کیسی ہیں"؟ اور کیا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے ان حدیثوں کو موضوع لکھا ہے!؟ بینوا بالدلیل

الجواب

الجواب :- وہابی مولوی اسماعیل روپڑی نے صاف صاف سفید جھوٹ بولا ہے اور سید العالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیثوں کا انکار کیا۔ نہ معلوم کس منہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں۔ آجکل کے غیر مقلد اہلحدیث کا مفہوم منکر حدیث معلوم ہوتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہابی مولوی نے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر ناجائز بہتان باندھا ہے حالانکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اوپر کی حدیثوں کو نقل کر کے ان کی شرح فرمائی، ان کی صحت کو ثابت

رکھا، ان کے تحت ایمان افروز ارشادات فرمائے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں "فقد توجھت الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ - ای دافع الزحمۃ وکاشف الغمۃ وشفیع الامۃ المنعوت بکونہ رحمۃ للعٰلمین المرسل الی امۃ مرحومۃ من عند ارحم الراحمین وما احسن موقع فی موضع کشف الغمۃ وموقع الشفاعۃ للامۃ - الخ - اللہ اللہ کیا ایمان افروز نبی الرحمۃ کا معنیٰ کیا ہے کہ پوری روایت ذبح ہو گئی۔ شاید اسی لئے اس ذمہ دار وہابی مولوی نے یہ کہہ کہ "ملا علی قاری نے ان حدیثوں کو موضوع کہا ہے" دل کی جلن نکالی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نیز اسی حدیث مبارک کے تحت حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"قال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ وفی روایۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربی لیقضی بالغیبۃ - ای ربی وقیل بالخطاب ای لتوقع القضاء - الخ - یعنی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک روایت میں یا محمد انی توجھت ہے۔ اور لیقضی غائب کے صیغے سے ہے۔ یعنی رب تعالیٰ میری حاجت کو پورا فرمائے۔ اور بعض نے فرمایا کہ لتقضی لی خطاب کے صیغے سے ہے۔ یعنی یا حبیب اللہ آپ میری حاجت کو پورا فرمائیں" پھر اس حدیث پاک کی شرح میں بطور نص فرمایا کہ اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے سے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے ساتھ توسل کیا۔ فرماتے ہیں "سأل اللہ اولا بعلی ان لخطاب ثم توسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی طریقۃ الخطاب ثانیا - پھر فرماتے ہیں "رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب ورواہ ابن ماجۃ والحاکم فی مستدرکہ - وہابی مولوی روپڑی کی کیسی خیانت اور غداری ہے کہ جس حدیث پاک کے متعلق حضرت مولانا علی قاری رحمہ الباری حسن و صحیح ہونا نقل فرمائیں اس کے متعلق "موضوع" کہنے کی نسبت مولانا موصوف کی طرف کر دی۔ فانھا لا تعمی الابصار ولکن

تعمی القلوب التی فی الصدور۔ اس دوسری حدیث پاک کو بھی حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالٰی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں نقل فرمایا۔ عن امیۃ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یستفتح ای یطلب الفتح والنصرۃ علی الکفار من اللہ تعالٰی بصعالیک المہاجرین ای بفقرائہم وببرکۃ دعائہم وفی النہایۃ ای یستنصر بہم ومنہ قولہ تعالٰی ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وقال ابن الملک بان یقول اللہم انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء المہاجرین وفیہ تعظیم الفقراء والرغبۃ الی دعائہم والتبرک بوجوہہم رواہ فی شرح السنۃ باسنادہ وحیث اطلقہ ومابین ای سالہ دل علی انہ قال بصحۃ الراوی واتصال سندہ مع انہ معتضد فی المعنی بما سبق من حدیث انما تنصرون بضعفائکم ثم رأیت فی الجامع انہ رواہ ابن شیبۃ والطبرانی عن امیۃ بن عبد اللہ ولفظہ کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستفتح ویستنصر بصعالیک المسلمین۔

اس ارشاد مبارک کے باوجود یہ کہنا کہ ان حدیثوں کو مُلّا علی قاری نے موضوع لکھا ہے اپنی ہٹ دھرمی اور خیانت کا اعلان کرنا ہے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ایسے دین کے رہزنوں اور ایمان کے چوروں سے محفوظ فرمائے۔ تیسری حدیث پاک۔ اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔

اس کو علامہ برکۃ مصطفٰے مولانا یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالٰی نے شواہد الحق میں نقل فرمایا اور فرمایا رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححوہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ نیز مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کو محققین محدثین نے اپنی اپنی تصانیف مبارکہ میں نقل فرمایا۔ ان کی تصحیح فرمائی ان کے فوائد تحریر کئے۔ واللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم۔

دستخط ۔ الفقیر ابو سعید محمد امین غفرلہ ۔
خادم دارالافتاء جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ ہجری بروز دوشنبہ ۔

نقل فتوےٰ

حضرت قبلہ شیخ العلماء مفتی اعظم، ابو البرکات سید احمد صاحب مدظلہ
ناظم دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور ۔

فقیر نے مولانا حکیم محمد رمضان علی صاحب خطیب و امام مسجد جامع قدیم سنجھورو کا مکالمہ سُنا۔ وہابی مولوی نے سخت غلط بیانی اور پبلک کو دھوکہ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور یہ کوئی نئی بات نہیں ان کو جھوٹ بولنے میں کبھی تامل نہ رہا بلکہ ان کے دھرم میں تو معاذ اللہ خدا کا جھوٹ بولنا بھی ممکن ہے۔

فضائل فقراء کی حدیث کو صاف کہہ دیا کہ ملا علی قاری وغیرہ نے غلط اور موضوع بتایا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ ہے۔ اسی حدیث کی شرح میں مرقاۃ جلد خامس ص۱۷ میں ملا علی قاری الخ فرماتے ہیں۔ والحدیث مرسل قلت مرسل التابعی حجۃ عند الجمہور فکیف مرسل من اختلف فی صحۃ صحبتہٖ۔ پھر حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یستفتح ای یطلب الفتح والنصرۃ علی الکفار من اللہ تعالیٰ (بصعالیک المہاجرین) ای بفقرائہم وببرکۃ دعائہم وفی النہایۃ ای یستنصر بہم ومنہ قولہ تعالیٰ ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح قال ابن الملک بان یقول اللّٰھم انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء المہاجرین وفیہ تعظیم الفقراء والرغبۃ الی دعائہم والتبرک بوجودہم ومنہ ایضا ثم رأیت فی الجامع انہ رواہ ابن شیبۃ والطبرانی عن امیۃ بن عبد اللہ ولفظہ کان صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح ویستنصر بصعالیک المسلمین اھ اور اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ

محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لمعات میں فرماتے ہیں کان یستفتح بصعالیک والاستفتاح الاستنصار واللہ تعالٰی اعلم۔

دستخط

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ ناظم و مفتی
دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف۔ لاہور۔۔۔ ۱۵ نومبر ۱۹۵۶ء

تنویر الایمان کے مصنف ابوالحسان قادری کی دیگر معرکۃ الآراء۔۔ اور

عظیم الشان تصانیف

تاریخ وہابیہ

وہابی کون ہیں۔؟ کیا ہیں؟ ان کی ابتدا کب ہوئی۔؟ ان کے کارنامے کیا ہیں؟ اور اب یہ کن کن صورتوں میں موجود ہیں؟ ان کے عزائم کیا ہیں؟ وہابیہ کی ابتداء سے لے کر آج تک ان کی سیاسی تاریخ پر ناقابلِ تردید تاریخی شواہد سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔

تاریخ وہابیہ کا پہلا ایڈیشن جو "مکتبہ معین الاسلام" لائلپور نے شائع کیا تھا ختم ہو چکا ہے۔ یہ دوسرا ایڈیشن مزید اضافات اور چونکا دینے والے تاریخی انکشافات کے ساتھ شائع کیا گیا ہے پہلی اشاعت میں کتابت ناقص تھی۔ اور بہت سی دیگر خامیاں بھی رہ گئی تھیں۔

دوسرا ایڈیشن بہترین کتابت اور دیگر خامیوں سے مُبّرا ہے۔

طباعت آفسٹ۔ عمدہ کاغذ صفحات — قیمت :-

ملنے کا پتہ :- شرکتہ قادریہ سنجھورو، ضلع سانگھڑ سندھ (پاکستان)